شمائم النعت

(تحقیقی وتنقیدی مقالات کا مجموعہ)

تالیف

ڈاکٹر سراج احمد قادری

شمائم النعت

(تحقیقی وتنقیدی مقالات کا مجموعہ)

ڈاکٹر سراج احمد قادری

ایم۔اے۔(اردو) اودھ یونیورسٹی فیض آباد

پی۔ایچ۔ڈی کان پور یونیورسٹی، کان پور

ادب کدہ۔محلہ بنجریا پچھمی، خلیل آباد، ضلع سنت کبیر نگر

موبائیل نمبر 9415875761

نام کتاب .... شمائم النعت

مؤلف .... ڈاکٹر سراج احمد قادری

پروف ریڈنگ .... مولانا عبدالسلام رضوی

اشاعت اول .... جنوری ۲۰۰۹ء

ناشر .... ڈاکٹر سراج احمد قادری

کمپوزنگ .... رضوی کمپیوٹر پوائنٹ دہلی

کمپوزر .... محمد کامل احمد نعیمی

مطبع .... ایگل آرٹ پریس۔ دہلی ۶

تعداد اشاعت .... (پانچ سو ۵۰۰)

صفحات ۲۰۰

قیمت .... 80 روپے

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے

مقالات و مضامین

☆☆☆

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنی دادی مرحومہ کے نام معنون کرتا ہوں جو مجھے رات میں سوتے وقت میرے مورث اعلیٰ جناب حضرت ضیاء اللہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں اور ان کی زندگی کے روشن و تابناک واقعات سنایا کرتی تھیں۔ ان واقعات اور کرامتوں نے میری زندگی کو اجالوں سے بھر دیا۔ رب کریم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان کی قبر کو رحمت و نور کے اجالوں سے بھر دے۔ آمین

ولد صالح

سراج احمد قادری

یکم صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۸ جنوری ۲۰۰۹

سخن در سخن

زیر نظر کتاب ''شمائم النعت'' ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی کے دس پُر مغز مقالات پر مشتمل ہے۔ تین مقالے نعت گوئی کے فن کے تجزیاتی مطالعہ سے متعلق ہیں۔ پانچ مقالے امام احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری کے مختلف گوشوں کو تحقیقی انداز میں اجاگر کرتے ہیں جب کہ باقی دو مقالے حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی اور جناب طاہر لاہوری کی نعتیہ شاعری پر تبصرے کی شکل میں ہیں۔ نعتیہ ادب کے تعلق سے ڈاکٹر سراج قادری صاحب ایک معروف قلمکار ہیں۔ موصوف اب تک اپنے پی-ایچ-ڈی کے مقالے کے علاوہ مزید تیس مقالے ومضامین تحریر فرما چکے ہیں جو ملک میں شائع ہونے والے معیاری دینی رسائل کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر شائع ہونے والے مشہور مجلوں ''نعت رنگ'' (کراچی) و''معارف رضا'' (کراچی) وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری کی بیشتر تحریروں سے نمایاں ہوتا ہے کہ ان کا فنی مزاج تخلیقی سے زیادہ تحقیقی ہے۔ اس کتاب میں شامل مقالات اور ان میں حوالہ جات کی کثرت، سراج صاحب کی علمی وجاہت اور کثیر المطالعہ ہونے کی غماز ہیں ساتھ ہی تحقیق، تبصرہ اور تنقید ان کے پسندیدہ موضوع ہیں۔ چونکہ ان کے مضامین تحقیقی یا تنقیدی ہیں اس لیے ہوسکتا ہے قارئین کو ان کا طرزِ تحریر سادہ لگے۔ لیکن یہ ہر طرح مناسب ہے کیونکہ یہ ادبی شہ پارے نہیں لکھ رہے ہیں اور تحقیق وتنقید کی آسان ترسیل کے لیے عام فہم اسلوب نگارش ہی موزوں ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے نعتیہ کلام کے علمی وفنی محاسن کو ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد نے کیا خوب بیان کیا ہے کہ ''مولانا محمد علی جوہر نے علامہ اقبال کے لیے کہا تھا

کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی طرف پھیر دیئے لیکن مولانا احمد رضا خاں کا اعجاز شاعری یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیئے۔ (بحوالہ: مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری۔ ملک شیر محمد خاں) اردو کے صرف تین بڑے شعرا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے کلام کے محققین کو ماہر اقبالیات، ماہر غالبیات اور ماہر رضویات کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری وہ بحر بیکراں ہے جس کی تہہ تک پہنچنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس ضمن میں بہت کچھ تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ لاتعداد مقالے، مضامین اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس بابت ڈاکٹر سراج قادری نے بھی کافی کام کیا ہے۔ قوی امید ہے کہ اس کام کو آئندہ بھی جاری رکھیں گے اور ایک وقت انشاء اللہ ضرور آئے گا جب وہ ماہر رضویات کے خطاب سے سرفراز ہوں گے۔

ایک دور تھا جب نعت کو اردو ادب کا حصہ ماننے میں اکثر اردو داں حضرات کو تامل تھا جب کہ مراثی جن کی تعداد نعتیہ کلام کے ذخیرے سے بہت کم ہے اس کو صنف کا درجہ حاصل ہے۔ پچھلی چند دہائیوں میں کچھ مقتدر ادبا اور شعرا کی کوششوں سے نعتیہ شاعری کو بھی اردو ادب میں مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ چونکہ تخلیق و تنقید، لازم و ملزوم ہیں اس لیے نعتیہ شاعری کو بھی تنقید کی زد میں لینے پر بڑا زور دیا جا رہا ہے۔

اس کتاب میں بھی تنقید نعت کے حوالے سے تین مقالے ہیں جن میں عالمانہ بحث کے علاوہ معروف تنقید نگاروں کے بیان کردہ رہبر اصولوں کے ساتھ ہی مصنف نے چند نکات اپنی طرف سے بھی تحریر کئے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے مقالے میں ڈاکٹر سراج قادری رقم طراز ہیں کہ "کسی بھی ادبی صنف کی تنقید سے اس کے حسن ظاہری اور باطنی میں کمال پیدا ہوتا ہے" لیکن نعتیہ ادب کے تعلق سے ڈاکٹر صاحب کا قول تب ہی درست ہوگا جب یہ کام خلوص نیت سے کیا جائے نہ کہ تنقید نعت کو تبلیغ مسلک کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جائے اور صرف عمل۔ عمل کی رٹ لگانے والوں کو بالواسطہ کچھ زیادہ ہی موقع حاصل ہو

جائے۔ پاکستان کے معروف نقاد و شاعر جناب عزیز احسن نے تنقید نعت کے حوالے سے اپنی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' کے صفحہ ۱۱ پر تحریر فرمایا ہے کہ '' بے بصیرت عقیدتوں سے ہمیں بڑا نقصان پہنچا ہے''۔ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ '' بے بصیرت عقیدتوں'' کی آڑ میں ان حضرات کو یاوہ گوئی کا اچھا خاصا موقع مل سکتا ہے جو ایک صدی سے زیادہ عرصے سے عظمتِ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سیندھ لگانے کے لیے برابر کوشاں رہتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نقد نعت کے لیے پیمانہ وہی ہونا چاہئے جو نعت کہتے وقت نعت گو شعرا کے پیش نظر رہنا چاہئے۔ اور جس کی وضاحت پروفیسر اکرم رضا نے نعت رنگ شمارہ ۲۰ کے صفحہ ۱۴۲ پر ان الفاظ میں کی ہے ''نعت کہتے ہوئے ہر لحظہ یہ حقیقت مدنظر ہونی چاہئے کہ میں اس کی نعت کہہ رہا ہوں جس کی ثنا اس کا خالق فرما رہا ہے۔ جس خالق نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے عیب بنایا ہے اسے یہ کس طرح گوارا ہے کہ فقط شعروں کے سنگ ریزے بکھیرنے والا شاعر اس ممدوح کائنات کو محض ایک بشر قرار دے کر اس کے لیے فرسودہ تراکیب اور پامال مضامین کا سہارا لیتا رہے۔''

ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی ایک دیندار علمی خانوادے کے فرد ہیں۔ اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی اور فضیلت تک درس نظامیہ کی تعلیم کے ساتھ ہی حضرت علامہ و مفتی قمر الحسن قمر بستوی مدظلہ العالی جیسی عظیم المرتبت شخصیت سے تربیت یافتہ ہیں اس لیے موصوف کی دینی افکار و معاملات سے کماحقہ واقفیت ان کے مقالات کو معتبر بناتی ہے۔ ''نعت گوئی کا تعلق براہ راست ایمان و کفر سے ہے'' یا ''نعت کا تعلق ایمانیات سے ہے'' یہ اور اس طرح کے بہت سے ایمان افروز کلمات زیر نظر کتاب میں قاری کو جا بجا ملیں گے۔ یہ کتاب ڈاکٹر سراج احمد قادری کی تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کا بہترین مظہر ہے اور امید ہے وہ مستقبل میں بھی سود مند تحقیقی و تنقیدی کارناموں سے دین و ادب کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

محمد علی صدیقی شید البستوی

صدر مجلس انتظامیہ، جامعہ حنفیہ، بستی

دیباچہ

ہر ادیب و نقاد اپنے قلمی سفر کا آغاز مقالات و مضامین قلم بند کر کے کرتا ہے۔ میں نے بھی اپنے قلمی سفر کا آغاز مضامین قلم بند کر کے ہی کیا۔ میرا سب سے پہلا مضمون رام پور (اتر پردیش) سے شائع ہونے والے دینی مجلہ ''تاجدار کائنات'' کے شمارہ دسمبر ۱۹۸۲ء میں طبع ہوا جس کا عنوان تھا ''حکایات اعلیٰ حضرت''۔

چونکہ میری پرورش ایک علمی و ادبی ماحول میں ہوئی ہے، میرے دادا الحاج محمد اسحاق نور اللہ مرقدہٗ اپنے علاقے کے ایک معزز مذہبی آدمی تھے۔ اطراف و اکناف میں محفل میلاد شریف پڑھنا اور گاؤں کی مسجد کی امامت ان کا وتیرہ تھا، جسے انہوں نے پوری زندگی بخوبی انجام دیا۔ میرے والد ماجد جناب محمد عبد القیوم برّد اللہ مضجعہٗ ایک سرکاری ملازم ہوتے ہوئے بھی زندگی بھر احکام شرع کے سختی سے پابند رہے، نماز، روزہ، تلاوت قرآن پاک اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زندگی کے معمولات تھے۔ میرے حقیقی چچا حضرت علامہ الحاج مفتی محمد قمر الحسن قمر بستوی ایک بہترین شاعر و ادیب کی حیثیت سے عالم اسلام میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ میری زندگی کے روشن پہلو انہی کی تعلیم و تربیت سے مستنیر ہیں، ان کے مقالات و مضامین ملک اور بیرون ملک کے موقر مجلات و میگزین میں اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

مضمون لکھنے کا جذبہ میرے اندر انہیں سے پیدا ہوا۔ پہلی دفعہ جب مجلہ ''تاج دار کائنات'' رام پور شمارہ جولائی ۱۹۸۲ء کی زیارت ہوئی تو اس میں انکا ایک مضمون ''ایک مسیحا'' کر کے طبع ہوا تھا اسی مضمون کو پڑھ کر میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ مجھے بھی مضمون لکھنا چاہیے جس سے کہ لوگ مجھے بھی پڑھیں اور میرے آبا و اجداد کا نام روشن ہو۔ بس اسی کے بعد میں نے اپنا پہلا مضمون ''حکایات اعلیٰ حضرت'' قلم بند کیا جو مجلہ تاجدار کائنات کے شمارہ دسمبر ۱۹۸۲ء میں طبع ہوا۔

ہر مضمون نگار اپنے افتاد طبع کے اعتبار سے موضوع کا انتخاب کر کے مقالات و مضامین

قلم بند کرتا ہے۔ بعد میں جب لکھتے لکھتے زور قلم پیدا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی اخبار و جرائد کے مدیر حضرات فرمائش کر کے مخصوص موضوعات پر مقالات و مضامین قلم بند کرواتے ہیں۔ یہ روش کوئی نئی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے۔ میں نے جب سے مضامین لکھنا شروع کیا ہے یعنی ۱۹۸۲ء سے تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ سلسلے وار اب تک میں نے جن موضوعات پر مضامین لکھے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) حکایات اعلیٰ حضرت۔ تاجدار کائنات رام پور۔ شمارہ دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۲۷

(۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور میتھ میٹکس۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی۔ شمارہ مئی ۱۹۸۶ء ص ۳۹/۴۰

(۳) امام احمد رضا کی شاعری میں عشق رسول۔ ماہنامہ قاری، دہلی۔ شمارہ مارچ ۱۹۸۸ء ص ۳۹/۴۲

(۴) امام احمد رضا کا تصور عشق۔ ماہنامہ قاری، دہلی (امام احمد رضا نمبر) شمارہ اپریل ۱۹۸۹ء ص ۴۶/۴۷

(۵) الاذان فی الاسلام۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی۔ شمارہ مارچ ۱۹۸۹ء ص ۱۹/۲۴

(۶) مولانا احمد رضا بریلوی اور ان کی کتاب فوز مبین در رد حرکت زمین (دو قسطوں میں) ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی۔ شمارہ اکتوبر ۱۹۹۱ء ص ۲۱/۲۵ قسط اول۔ شمارہ نومبر ۱۹۹۱ء ص ۳۴/۳۹ قسط دوم

(۷) فن تصوف کی عظیم شاہکار رسالہ قشیریہ کا ایک تلخیصی جائزہ۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی۔ شمارہ دسمبر ۱۹۹۱ء ص ۲۶/۳۷ قسط اول۔ شمارہ جنوری ۱۹۹۲ء ص ۳۵/۴۱ قسط دوم

(۸) خلیق فیض آبادی۔ شخصیت و شاعری ہفت روزہ دستور جدید کان پور۔ شمارہ ۱۶ تا ۲۲ فروری ۱۹۹۲ء ص ۵ قسط اول۔ شمارہ ۲۲ تا ۲۹ فروری ۱۹۹۲ء ص ۶ قسط دوم

(۹) امام احمد رضا محدث بریلوی اور اسلامی معاشرے کی اصلاح۔ سالنامہ معارف رضا۔ ۱۹۹۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۹۹/۱۱۲

(۱۰) حضرت حسن بریلوی کی فکری تگ وتاز۔ ماہنامہ سنی دنیا بریلی (حسن بریلوی نمبر) شمارہ اگست ۱۹۹۴ء ص ۱۴۱/ ۱۴۷

(۱۱) جناب طاہر لاہوری کی نعتیہ شاعری۔ ایک خصوصی مطالعہ۔ سہ ماہی افکار رضا شمارہ۔ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء ادارہ تحریک فکر رضا ممبئی ص ۵۷/۶۴

(۱۲) حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی نعتیہ شاعری۔ ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ۔ سالنامہ معارف رضا ۱۹۹۷ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۸/ ۱۶۹

(۱۳) "الاستمداد" رضا بریلوی کا مجموعہ کلام۔ سالنامہ معارف رضا ۱۹۸۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۲۴/ ۱۴۱

(۱۴) حضور مفتی اعظم ہند کی تحقیقی بصیرت۔ سہ ماہی نوری نکات (فیضان مفتی اعظم نمبر) پرانی بستی، شہر بستی شمارہ ۲۱ جلد نمبر ۶ ص ۳۵/ ۴۳

(۱۵) حضرت رضا بریلوی کی مضمون آفرینی۔ سہ ماہی افکار رضا۔ شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۰ء ادارہ تحریک فکر رضا ممبئی ص ۱۴/ ۱۹

(۱۶) حضرت رضا بریلوی کا سرمایہ کلام۔ ماہنامہ کنزالایمان ٹمیا محل دہلی۔ شمارہ نومبر ۲۰۰۰ء ص ۳۷/ ۳۸

(۱۷) ضلع بستی کے سنی مستفتی۔ ماہنامہ معارف رضا شمارہ اکتوبر ۲۰۰۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴/ ۱۷

(۱۸) حضرت شیخ عبدالعزیز بن حمیدالدین دہلوی اور عمدۃ الاسلام۔ ماہنامہ کنزالایمان، دہلی شمارہ اگست ۲۰۰۳ء رضوی کتاب گھر ٹمیا محل دہلی ۴۳/ ۴۷

(۱۹) آداب نعت گوئی کے اساسی پہلو۔ ماہنامہ کنزالایمان، دہلی شمارہ اپریل ۲۰۰۴ء رضوی کتاب گھر ٹمیا محل دہلی ص ۲۹/ ۳۳

(۲۰) حضور مفتی اعظم ہند کے مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ مصطفویہ" کا ایک تجزیاتی مطالعہ۔ سہ ماہی افکار رضا۔ شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء ادارہ تحریک فکر رضا، ممبئی ص ۲۹/ ۴۴

(۲۱) حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شاعری کا پس منظر۔ سالنامہ معارف رضا ۲۰۰۵ء (سلور جبلی نمبر) ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۳۲۸/ ۳۳۸

(۲۲) نعت گوئی کا فن اور امام احمد رضا کا تنقیدی شعور۔ سہ ماہی افکار رضا۔ شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ادارہ تحریک فکر رضا ممبئی ص ۲۳/ ۳۲

(۲۳) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے شائع ہونے والی کتب کا تعارف۔ مجلّہ نعت رنگ (مولانا احمد رضا خاں نمبر) دسمبر ۲۰۰۵ء شمارہ نمبر ۱۸، ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۶۴۰/ ۶۶۵

(۲۴) نعت گوئی کا تقدس اور اس کی تنقیدی قدریں۔ مجلّہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۱ دسمبر ۲۰۰۶ء نعت ریسرچ سنٹر، کراچی ص ۱۶۳/ ۱۷۷

(۲۵) حضور مفتی اعظم ہند کے رسالہ 'القول العجیب فی جواز التثویب' کا اصلاحی ادب میں مقام و مرتبہ۔ سالنامہ یادگار رضا ۲۰۰۷ء رضا اکیڈمی ممبئی ص ۱۱۶/ ۱۲۲

(۲۶) حضرت حکیم الحاج سید شاہ عزیز احمد صاحب بحیثیت مرشد کامل۔ ذکر خیر حضور عزیز العلماء مطبوعہ الہ آباد ص ۹۱/ ۹۳

(۲۷) لب ولہجہ۔ نعتیہ مجموعہ (تبصرہ) قدسی شخص اور شاعر۔ مولانا رحمت اللہ صدیقی، رضا دارالمطالعہ پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار ص ۷۷/ ۸۲

(۲۸) حضرت ملک العلماء کی علمی وجاہت۔ غیر مطبوعہ

(۲۹) حضرت علامہ بدر القادری کی شاعری پر ایک طائرانہ نظر۔ غیر مطبوعہ

(۳۰) راجیندر نرائن سکسینہ، بسمل شمس آبادی شخصیت اور ان کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ۔ مجلّہ نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء، ادارہ اقلیم نعت، کراچی، صفحہ ۲۴۷ تا ۲۵۴

ہر اسکالر کی اپنی ایک سوچ ہوتی ہے، اس کا اپنا نقطۂ نگاہ ہوتا ہے اور پھر اسی مناسبت سے وہ اپنی فکر وقلم کا موضوع منتخب کرتا ہے۔ کوئی غالب کی شخصیت وشاعری کو اپنی فکر وقلم کا موضوع بناتا ہے اور زندگی بھر غالب ہی کی، ذات اس کے فکر وفن پر کام کر کے 'ماہر غالبیات'

کہلاتا ہے۔ کوئی میر تقی میرؔ کو اور کوئی شاعر مشرق علامہ اقبالؔ کی شخصیت و شاعری اور ان کے عظیم کارناموں کو اپنی فکر کا موضوع بناتا ہے اور ماہر اقبالیات ہونے کی حیثیت سے اپنا نام روشن کرتا ہے۔ اسی طرح افتاد طبع کے اعتبار سے اکثر و بیشتر شعرا حمد و نعت، غزل، قصیدہ مثنوی، مرثیہ، مسدس، رباعی وغیرہ اصناف میں سے کسی ایک خاص صنف کو اپنی فکر کا موضوع اور زندگی کا نصب العین بناتے ہیں، جس سے دنیا ان کو حمد و نعت، غزل، قصیدہ، کا شاعر کہتی ہے اور یہ روش کوئی نئی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے چنانچہ مرثیہ کے مشہور و معروف شاعر جناب میر انیسؔ مرثیہ گوئی سے خود اپنے اور اپنے خاندان کے رشتے کو جوڑ کر عظمت و وقار کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے فخریہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں ع

پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں ۱؎

میں نے اب تک جتنے مقالات و مضامین قلم بند کیے ہیں ان میں ایک درجن مضامین صرف اور صرف عالم اسلام کی عظیم شخصیت حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری اور ان کے علمی و ادبی کارناموں پر ہیں اور پھر یونیورسٹی سطح پر مجھے جو تحقیق کا موضوع ملا تھا وہ بھی بہت خوب تھا یعنی "مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری"۔

ماسبق میں عرض کر چکا ہوں کہ میری پرورش مکمل طور سے اسلامی ماحول میں ہوئی ہے۔ میرے دادا کی متاع زندگی اسلامی اصول ہی تھے۔ بغیر کسی مداہنت کے سچ کو سچ کہنا ان کی زندگی کا نصب العین تھا وہ اسے سراغ زندگی سے تعبیر کرتے تھے۔ اسلامی اصول سے ہٹ کر سچائی اور ایمان داری کے راستے کو چھوڑ کر زندہ رہنا ان کے لیے ناممکن تھا۔ مجھے یہ رنگت انہیں سے وراثت میں ملی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنی فکر و قلم کا استعمال مذہبی اصول اور اس کے نظریات کو روشن کرنے میں ہی استعمال کرتا ہوں۔ نعتیہ شاعری پر مقالات و مضامین لکھنا مرا محبوب ترین مشغلہ ہے۔

درحقیقت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ عالم اسلام کی وہ واحد شخصیت ہے جن کے دل میں امت مسلمہ کا بے پناہ درد پنہاں تھا، جو امت مسلمہ کی زبوں حالی کا علاج

۱؎ اقبالیات۔ تفہیم و تجزیہ، رفیع الدین ہاشمی، اقبال اکادمی لاہور پاکستان ص ۳۵

محبت رسول سے کرنے کے قائل تھے اور اسی لیے انہوں نے یہ دوا تشخیص کی تھی۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب آپ کے عشق رسول کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا محمد علی جوہر نے علامہ اقبال کے لیے کہا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی طرف پھیر دیے لیکن مولانا احمد رضا خاں کا اعجاز شاعری یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیے۔ۛ

میری دلی تمنا ہے کہ پوری دنیا کے اسکالر امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و ادبی کارناموں کی طرف متوجہ ہوں اور ان کے افکار و نظریات کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کریں، ان کی سوچ اور نظریات امت مسلمہ کے ہر فرد تک پہنچائیں یقیناً ان کی عظیم شخصیت اہل علم کی فکر کا محور بننے کے لائق ہے۔ ان کی شاعرانہ عظمت کے متعلق میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ غالب کی طرح اردو کی نعتیہ شاعری کے سب سے بڑے نعت گو شاعر ہیں۔

میں نے اپنے مضامین کے اِس مجموعہ کا نام انہیں کی کتاب "شمائم العنبر فی آدب النداء امام المنبر" سے لیا ہے اور اس مجموعہ کا نام ''شمائم النعت'' رکھا ہے۔

میرے مضامین کے اس مجموعے میں دس منتخب مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین کا انتخاب میں نے اپنے طور پر اہل علم کے ذوق کے پیش نظر کیا ہے جن میں اکثریت ان مضامین کی ہے جو امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و فن اور ان کی نعتیہ شاعری پر مختلف اوقات میں وقفوں وقفوں سے قلم بند کیے گئے ہیں جو میرا مطمح نظر ہیں۔

میں ممنون ہوں شاعر نعت جناب محمد علی صدیقی شیدا البستوی جنرل سکریٹری ڈاکٹر اختر بستوی یادگار کمیٹی، روشن منزل گاندھی نگر بستی کا جنہوں نے میرے اس مقالات کے مجموعے

لے مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری۔ ملک شیر محمد خاں اعوان مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۷

پر ابتدائیہ لکھ کر خود میری اور میرے اس مجموعہ مقالات کو عزت بخشی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے ان سے میری پہلی ملاقات پروفیسر ڈاکٹر اختر بستوی مرحوم کے دولت کدہ روشن محل گاندھی نگر بستی کے یہاں ہوئی تھی۔ میں ڈاکٹر اختر بستوی صاحب سے ملاقات کے لیے گیا ہوا تھا اور اس وقت آپ شریک بزم اختر تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہی میرا ان سے تعارف کرایا تھا۔ اسی وقت سے وہ میری بے پناہ عزت کرتے ہیں۔

شہر بستی میں ان کی حیثیت کئی اعتبار سے بلند و بالا ہے مگر میرے نزدیک ان کی سربلندی شاعر نعت پاک رسول اور ایک عظیم ادیب و نقاد کی حیثیت سے ہے۔ وہ ضلع بستی کو آسمان ادب میں ایک نمایاں مقام پر دیکھنا چاہتے اسی لیے وہ ضلع بستی سے تعلق رکھنے والے ہر چھوٹے بڑے شاعر ادیب و نقاد کی ہمت افزائی اور پذیرائی دل کھول کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو ہم لوگوں پر تا دیر قائم رکھے۔ آمین

حضرت مولانا عبدالسلام رضوی بستوی فاضل الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد میرے محترم بھی ہیں اور کرم فرما بھی، انہوں نے میری اس قلمی کاوش پر نظر ثانی فرما کر ارباب علم و فضل میں اس کے وقار کو سربلند کیا۔ جذاك الله عنا خيرا جزائه

بغیر کسی ادعا کے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نعتیہ شاعری پر لکھے گئے میرے مضامین کا یہ مجموعہ یقیناً نعت کے فن سے دلچسپی رکھنے والے اسکالروں کو اپنی جانب ضرور متوجہ کرے گا۔ ان کی جستجو اور علمی تشنگی بجھانے میں شاد کام ثابت ہوگا۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

سگ بارگاہ حضرت نبی اکرم ﷺ

سراج احمد قادری

محلہ بنجریا پچھمی خلیل آباد، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی (انڈیا)

آداب نعت گوئی کے اساسی پہلو

نعت گوئی یا نعت نگاری کا سب سے اہم پہلو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ان کی بزرگی اور مقام ومرتبے کے لحاظ سے فکروفن کا استعمال ہے۔ اور اگر نعت میں آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت، ان کی بزرگی، ان کی مقدس اور بارگاہ عالی کے آداب کی پاس داری پوری طرح نہیں ہو پاتی تو یقیناً ایسی مدحت طرازی یا نعت گوئی عذاب جہنم کا سبب بن جائے گی اس لیے کہ ارشاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ متعمّدًا فلیتبوأ مقعدہٗ مِنَ النار۔ یعنی جو کوئی جھوٹ بولے ہمارے اوپر قصداً پس چاہیے کہ وہ پکڑے اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ سے (۱) اور قرآن عظیم نے ایسی ہی مدحت طرازی کی طرف زجر وتوبیخ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا والشعراءُ یتبعھُمُ الغاوون۔ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ (۲)

اسی کور بختی سے لرزہ براندام ہو کر متقدمین نعت گو شعراء نے متاخرین نعت گو شعراء کو متنبہ اور آگاہ کیا ہے۔ چنانچہ مشہور شاعر عرفیؔ فرماتے ہیں ؎

عرفیؔ مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
ہشیار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

اور جناب عزتؔ بخاری فرماتے ہیں ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا (۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نعتیہ ادب میں غیر محتاط رویہ، رکیک الفاظ کا استعمال یا عظمت رسالت کے منافی الفاظ واشعار اتنی شدید زجر وتوبیخ اور تنبیہ کے بعد کیوں کر در آئے؟ میں نے

اس سوال کا جواب بہت ہی گہرائی و گیرائی سے تلاش کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ارباب علم وفضل میرے اس سوال و جواب سے کس حد تک اتفاق کرتے ہیں، یہ ان کی صواب دید اور مطالعہ و مشاہدہ پر منحصر ہے۔ ذاتی طور پر میں مطالعہ و مشاہدہ کے تجزیاتی عمل کے بعد جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ کہ نعت گو یا نعت نگار شعراء محض حصول ثواب اور خیر و برکت کے لیے یا نعتیہ مجالس و محافل میں واہ واہی لوٹنے کے لیے نعت گوئی کے آداب سے بے نیاز ہو کر غیر مشروع نعتیہ کلام کی خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ اور اس پر طرفہ وتماشہ یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں نئے نئے گوشوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب کہ اس طرح کے نعت گو شعراء کو معلوم ہے کہ نعت گوئی کا مقصد صرف حصول برکت یا حصول ثواب اور واہ واہی لوٹنا ہی نہیں بلکہ اس کا ایک خاص تعلق بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب سے ہے۔ بارگاہ رسالت کے ادب واحترام کے نازک پہلو کو اس تمثیل سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ نماز بارگاہ رب العزت میں تقرب کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ لیکن وہ لوگ جو نماز کو اس کے احکام و شرائط کی لاعلمی میں ادا کرتے ہیں تو ان کو اس بات کا اچھی طرح احساس ہونا چاہیے کہ ایسی نمازیں ان کے حصول مقاصد کے لیے کس حد تک کارگر ثابت ہو سکتی ہیں؟

نعت گوئی کا تعلق براہ راست ایمان و کفر سے ہے۔ اگر شریعت کی روشنی میں اس کے معیار پر نعتیہ اشعار کہے گئے ہیں تو یقیناً وہ سعادت و نیک بختی اور صد ہا پذیرائی کے لائق ہیں۔ لیکن اگر شریعت کے خلاف اور بارگاہ نبوی کے آداب کے منافی فکروفن کا استعمال کیا گیا ہے تو نعت گوئی کا یہ عمل نعت گو کو سیدھے جہنم میں لے جائے گا۔ جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد رسول گذر چکا ہے۔

فارسی زبان وادب کے ماہر نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی عظیم ادبی شاہکار "چہار مقالہ" میں شعر و شاعری سے متعلق بنیادی احکام بیان کیے ہیں۔ اور واضح انداز میں تحریر فرمایا ہے کہ شاعر کو کن خوبیوں سے متصف ہونا چاہیے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

اما شاعر باید کہ سلیم الفطرۃ، عظیم الفکر، صحیح الطبع، جید الرویہ، دقیق النظر باشد در انواع

علوم متنوع باشد ودر اطراف رسوم مستطرف زیرا کہ چناں کہ شعر در ہر علمے بکار ہمی شود ہر علمی در شعر بکار ہمی شود۔

لیکن شاعر کو چاہیے کہ سلیم الفطرۃ، بلند فکر، صحیح طبیعت، عمدہ خیال اور دقیق نظر ہو اور تمام طرح کے علوم کا جانکار ہو اور علاقائی محاوروں اور کہاوتوں سے آشنا ہو کیونکہ جس طرح شعر کا تمام علوم میں کام پڑتا ہے اسی طرح شعر گوئی میں تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۴)

اس کے علاوہ بھی نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی اسی شاہکار میں تحریر فرمایا ہے کہ شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس میدان میں اترنے سے پہلے مستند اور معتبر شعراء متقدمین اور معاصرین کے صدہا اشعار، محاورے، اور کہاوتیں یاد ہونی چاہیے۔ تاکہ جب وہ شعر کہنے کے لیے کسی موضوع پر فکر کریں تو ان کی فکر متقدمین اور معاصرین شعراء کی فکر سے جلا حاصل کر سکے۔ جس سے کہ وہ بے راہ روی کے شکار نہ ہوں۔

میرے اپنے خیال میں اگر نعت گو شعراء عربی کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ اور اس کے زیادہ سے زیادہ اشعار مستحضر کرنے کے بعد آقائے محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نعت کہنے کے لیے فکر کریں تو وہ کافی حد تک شان رسالت کے منافی پہلوؤں کے درآنے سے اپنے کلام کو محفوظ کر سکتے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت، ان کی بزرگی اور ان کی بارگاہ عالی جاہ کے ادب واحترام کے تناسب سے نعت گوئی یا نعت نگاری میں کامیاب وکامراں ہو سکتے ہیں۔ میں نے عربی کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ کی جو بات عرض کی ہے صرف اس وجہ سے کہ عربی نعتیہ شاعری ہی کو براہ راست بارگاہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قبولیت کا شرف اور اعتبار کا درجہ حاصل ہے اور دنیا کی تمام زبانوں میں پائے جانے والے نعتیہ ادب کے سرمایہ کا ماخذ و مستفاد عربی نعتیہ شاعری ہی ہے۔

اب آپ ایک ایسے شاعر کے کلام کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیں جو حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہم وطن ہیں جن کا تخلص فرحان بریلوی ہے۔ انہوں نے فارسی زبان میں ایک نعتیہ غزل کہی تھی۔ جب ان کی اس نعتیہ غزل کے

چند اشعار کے بارے میں حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے استفتاء طلب کیا گیا۔ اور اس کی خوبیوں اور خامیوں کو واضح کرنے کے لیے التماس کیا گیا تو حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اپنی علمی استعداد کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی چابک دستی سے ان کے کلام کی توضیح وتشریح فرمائی جسے دیکھ کر یا پڑھ کر ہر دیدہ ور محو حیرت ہو جائے گا۔ اور وہ اس بات کو بھی سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ نعتیہ ادب کا تنقیدی جائزہ لینے کے لیے کس قدر علمی بصیرت درکار ہے۔ جناب فرحاؔن بریلوی کے اشعار کی جو توضیح وتشریح حضرت فاضل بریلوی نے فرمائی ہے ان بلند ترین معانی ومفاہیم کا خیال شاید فرحان صاحب کے دل ودماغ میں کبھی نہیں آیا ہوگا۔ مگر اس کے باوجود بھی جناب فرحاؔن بریلوی کو کفر کی کھائی میں گرنے سے نہیں بچا سکے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ سے وہ اقتباس۔

مسئلہ: از پلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی سید محمد الہ آبادی سہروردی ۱۸ رجب ۱۳۳۲ھ

من آں وقت بودم کہ آدم نبود
کہ جا عدم بود آدم نبود
من آں وقت کردم خدا را سجود
کہ ذات وصفات خدا ہم نبود
غور سے ہم نے محمد کو جو دیکھا فرحاؔں
تین سو ساٹھ برس پایا خدا سے پہلے

ان تینوں شعروں کا مطلب تحریر فرمایئے کہ اشعار کس کے ہیں اور کس کتاب میں ہیں؟ ایک شخص نے مجھ سے ان شعروں کا مطلب دریافت کیا ہے۔ مگر مجھے نہیں معلوم میں کیسے بتلاؤں۔ لہٰذا آنجناب سے سوال ہے کہ مطلب تحریر فرمائے۔ فقط

المستفتی:

محمد عمر

الجواب: ایسے اشعار کا مطلب اس وقت پوچھا جاتا ہے جب معلوم ہو کہ قائل کوئی معتبر شخص تھا۔ ورنہ بے معنی لوگوں کے ہذیان کیا قابل التفات؟ شعر اول کے مصرع آخر میں 'آں دم نبود' ہونا چاہیے۔ ورنہ قافیہ غلط ہے۔ بہر حال اس کا مطلب صحیح وصاف ہے وجود ارواح قبل اجسام کی طرف اشارہ ہے۔ شعر دوم صریح کفر ہے۔ شعر سوم میں دراصل تین سوتیرہ برس کا لفظ ہے فرحان ہمارے بریلی کے شاعر تھے۔ ان کی زندگی میں ان کی یہ غزل چھپی تھی، فقیر نے جبھی دیکھی تھی۔ اس میں تین سوتیرہ کا لفظ تھا۔ اس میں شاعر نے یہ مہمل وبیہودہ ولغو مطالب رکھا ہے کہ لفظ محمد کے عدد ۹۲ ہیں اور لفظ خدا کے ۶۰۵۔ ظاہر ہے کہ ۶۰۵ سے ۹۲ بقدر ۵۱۳ کے مقدم ہے۔ بیہودہ معنی اور بے معنی بات ہے۔ واستغفر اللہ العظیم۔ یہ وہ ہے جو شاعر صاحب نے سمجھا تھا اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محمد سے مراد مرتبہ رسالت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین ہو جس کا سرحرف "ر" ہے کہ روئت روایت۔ رویت درآئے۔ سب کا مبدا ہے اور اظہار رسالت کے یہی منابع ہیں۔ اس کے عدد ۲۰۰ ہیں اور رسول تین سوتیرہ ہے کہ حقیقتا سب ظلال رسالت محمد یہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ ہیں مجموعہ ۵۱۳ ہوا۔ رسول کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیر من اللہ الی الخلق ہے اور امت کی سیر من الرسل الی اللہ۔ جب تک رسولوں پر ایمان نہ لائے اللہ عزوجل پر ایمان نہیں مل سکتا۔ پھر اس تک رسائی تو بے وساطت مرسل محال ہے اور تصدیق سب رسولوں کی جزء ایمان ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے۔ رسولوں کی بدلیاں بھی تحویل تھیں اور برس بمعنی بارش ہے۔ ہر رسول کی رسالت بارش رحمت ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم سے خاتم تک ردائے رسالت میں یہ تین سوتیرہ تطور فرمائے، تین سوتیرہ ابر رحمت برسائے جب تک ان سب کی تصدیق سے بہرہ ورنہ ہو خدا تک رسائی ناممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۵)

اسی طرح کا ایک سوال وجواب حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ فتاویٰ"

فتاویٰ رضویہ" کی چھٹی جلد سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں بھی ایک صاحب نے محفل میلاد میں پڑھے جانے والے چند اشعار کے بارے میں شرعی حکم جاننا چاہا تھا۔

مسئلہ: از رام پور، مرسلہ: معشوق علی صاحب، ۷؍ رجمادی الاول ۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں مجلس میلاد شریف میں اس نظم کو پڑھتے ہیں۔

اٹھا کر میم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں
احد میں میم کو ضم کر کے صلی اللہ کہتے ہیں
ظہور ہو کر کے دنیا میں یہ فرمایا کہ بندہ ہوں
تو سب ناسوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں
ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے
وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں
جو پہنچا مرتبہ جبروت میں معبود عالی کا
تو اس جسم مطہر کو وہ نور اللہ کہتے ہیں
الست مرتبہ لاہوت مجھو ذات احمد کا
سب اس رتبہ میں آں حضرت کو عین اللہ کہتے ہیں
خدا فرمائے گا محشر میں بخشا لوتم اب احمد
گنہگاران امت کو شفیع اللہ کہتے ہیں
نزول از تا عروج حضرت کا لکھا ہے حقیقت سے
خدا پہچان لو سب سے حسن للہ کہتے ہیں

الجواب: ان اشعار کا پڑھنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ ان میں بعض کلمہ کفریہ ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ فمجرد ایھام المعنیٰ المحال کاف فی المنع ۔ ہاں بعض جیسے شعر چہارم

وششم ایہام کفر سے خالی ہیں پھر بھی ششم میں مصرع دوم ''گنہگاران امت'' (الخ) کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔ اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں ہاں شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ ہزاراں عاشق برآستانہ (او صلی اللہ علیہ وسلم) سجدات می کنند وایں مرتبہ ہیچ کس راندادہ اند۔ مگر بہ طفیل ایں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بہ بعضے از اولیائے امت راشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث اعظم وسلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۶)

''فتاویٰ رضویہ'' ہی سے ایک ایسا استفتاء ملاحظہ فرمائیں جس کے مستفتی ایک عالم دین ہیں۔ ان کے پیش نظر امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ دیوان ہے۔ اور وہ ایک شعر کی گتھی سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ آخر کار جب ان سے بات نہیں بنی تو انہوں نے خود حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں استفتاء کیا۔ حضرت فاضل بریلوی نے چشم زدن میں ان کی ساری مشکلوں کو حل فرمادیا۔ ملاحظہ ہو سوال وجواب۔

مسئلہ: ازشہر محلہ کٹرہ چاند خاں مسئولہ منظور حسن صاحب قادری رضوی ۱۳/ رمضان المبارک ۳۷ھ۔

اس وقت حضور کا دیوان پیش نظر ہے۔ اس میں اس شعر کا مطلب سمجھ میں نہ آیا فرماتے ہیں ۔

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردار دو جہاں
اے مرتضیٰ عتیق وعمر کو خبر نہ ہو

الجواب: یہ شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے **ابوبکر وعمر خیر الاولین والآخرین وخیر اهل السمٰوٰت واهل الارضین الا الانبیاء والمرسلین لا تخبرهما یا علی۔** ابوبکر وعمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں۔ اور تمام آسمان والوں سے اور سب زمین والوں سے بہتر ہیں سوائے انبیاء ومرسلین کے اے علی تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔ علامہ مناوی نے ''تیسیر'' میں اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے اے

علی تم ان دونوں سے نہ کہنا بلکہ ہم خود فرمائیں گے تا کہ ان کی مسرت زیادہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۷)

یہاں پر اس سوال وجواب یا اس استفتاء کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نعتیہ اشعار کی افہام وتفہیم میں کس قدر علمی بصیرت اور فکری آگہی درکار ہے۔ اگر قرآن وحدیث کے علم پر درک حاصل نہیں ہوگا تو اس کا ردعمل سنگین ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ناقدین نعت کو بھی کافی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ فتاویٰ رضویہ کی اسی جلد میں ایک صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی سے جب اس شعر کا شرعی حکم جاننا چاہا تو آپ نے کتنا واضح حکم شرعی بیان فرمایا ملاحظہ ہو۔

مسئلہ: از نا گور مارواڑ دوکان سید محمد صدیق سید لعل محمد سوداگراں، مرسلہ حضرات مذکورین، ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ؎

ہمارے سرور دو عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

یہ شعر عام طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد شریف میں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے۔ اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً کافر ہے۔ ہاں اگر بقرینۂ مصرع اولیٰ یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تو یہ معنیٰ صحیح ہیں۔ مگر ایسا موہم لفظ بولنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے۔ **مجرد ایهام المعنیٰ المحال کاف المنع**...... واللہ تعالیٰ اعلم۔(۸)

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں نعتیہ مشاعرے بھی ہوتے تھے۔ اور خوب ہوتے تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی کی کتاب "چند شعرائے بریلی" اور "نعت گویان بریلی" وغیرہ۔ کبھی کبھی

طرحی مشاعرہ بھی ہوتا تھا۔ جس میں سر برآوردہ نعت گوشعرا جمع ہو کر کسی مصرع طرح پر گرہ لگاتے تھے اور اپنے فکروفن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ چنانچہ جودھ پور مارواڑ۔ راجستھان میں اسی طرح کا ایک نعتیہ طرحی مشاعرہ منعقد ہوا جس میں اس وقت کے ممتاز نعت گوشعرا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے فکروفن کا مظاہرہ کیا۔ مصرع طرح تھا ؎

شب عاشق سحر نہ ہو جائے

اس مصرعہ طرح پر ایک نعت گو شاعر نے گرہ لگائی اور شعر کہا۔

نعت خیرالبشر نہ ہو جائے

دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

جب امام احمد رضا فاضل بریلوی سے مذکورہ شعر کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ شعر مطلع نعت میں ٹھیک ہے تو آپ نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ قابل صدستائش ہے۔ ملاحظہ ہو پورا اقتباس۔

مسئلہ: از جودھ پور مارواڑ، مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ طالب مدرس درجہ اول سردار اسکول ۱۸ رجمادی الآخر ۱۳۳۷ھ۔

حضرتم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بتاریخ ۱۶ ر مارچ سنہ رواں بروز یکشنبہ جودھ پور میں مشاعرہ تھا مصرع طرح ہو بذا ؎

شب عاشق سحر نہ ہو جائے

نمبر۲، پر ایک نعتیہ غزل پڑھی گئی جس کا مطلع یہ ہے ؎

نعت خیرالبشر نہ ہو جائے

دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

کیا حضور یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے کہ اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا شعر ہے مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں اور خاکسار کے پاس دیوان ہے نہیں۔ لہٰذا متکلف ہوں کہ اس میں جو کچھ امر حق ہو جواب سے سرفراز فرمادیں۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یہ مطلع سخت باطل وناجائز ہے کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے۔ اور نعت اقدس اعظم فرائض ایمان سے ہے۔ اس سے ممانعت کس حد تک پہنچتی ہے اگر تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا۔ فقیر کے دیوان میں اصلاً کوئی شعر اس مضمون کا نہیں۔ وللہ الحمد وھو تعالیٰ اعلم۔(۹)

نعتیہ ادب پر سب سے زیادہ دل دوز اور دل سوز گھڑی اس وقت آئی جب اردو نعت گو شعرا نے فلمی گانوں کی طرز پر طبع آزمائی شروع کردی۔ نئی طرزوں اور نئے لے کی تلاش میں جدیدیت کے تلے اس حد تک تجاوز کر گئے کہ ان کو اس جنون میں کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ وہ نعتیہ کلام جو اپنا ایک مخصوص طرز و آہنگ اور لے رکھتا تھا۔ جس کی نغمگی اور ترنم کا یہ عالم تھا کہ لوگ سن کر گوش بر آواز ہو جایا کرتے تھے۔ جو کبھی لحن داؤدی، حدی خوانی اور حجازی نغمہ سے موسوم تھا آج وہ فلمی گانوں کی طرزوں پر اپنی شناخت قائم کرنے میں مصروف عمل ہے۔ میں آج اس بات پر محو حیرت ہوں کہ آخر اس طرح کے نعت گو شعراء کو فلمی طرزوں کی اتباع میں حب رسول کا کون سا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے اور اس اندوہ ناک اقدام کی حد صرف یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ سیرت رسول کے جلسوں اور اجتماعات میں بھی اسی طرح کے نعتیہ کلام بے محابا پڑھے جارہے ہیں۔ اس میں شرکت کرنے والے علماء مقررین اور پیر حضرات اپنی علمی استعداد کا مظاہرہ تو خوب خوب کرتے ہیں مگر نعت گو شاعر کو اس بیہودہ عمل سے نہیں روکتے جب کہ علماء، مقررین اور پیر حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو بھی نعت گو شاعر فلموں کی طرزوں پر نعتیہ کلام پڑھے اس کو سختی سے روکیں اور بتائیں کہ اس طرح آپ خود گنہگار ہو رہے ہیں اور شریک مجلس حضرات کو بھی گنہگار بنا رہے ہیں۔

نعت گوئی کے اس غیر مشروع رویہ کی مذمت ارباب علم وفضل میں بیداری اور تحریک کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ چنانچہ اس غیر مہذب اور ناپسندیدہ طرز عمل کی مذمت کرتے ہوئے ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ "اردو میں نعت گوئی" میں تحریر فرماتے ہیں۔

مقام و منصب رسالت کے بارے میں افراط وتفریط، مناظرہ جاتی لب ولہجہ غیر ثقہ

روایات جذبہ محبت رسول کا غیر محتاط انداز بیان، تلفظ وتراکیب کی اغلاط اور فلمی گانوں کی بنی ہوئی پامال دھنوں کے آہنگ کے سبب ان نعتوں کا وہ درجہ ومقام نہیں۔ جو حقیقی نعتیہ کلام کا ہوتا ہے۔(۱۰)

ایک قلمی مذاکرہ کے تحت جناب منصور تابش (راولپنڈی) کچھ اس طرح کی بات تحریر فرماتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ نعت خواں کا پڑھا لکھا ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر نعت خواں پڑھا لکھا نہیں ہوگا تو وہ نفس مضمون سے بے بہرہ ہوگا اور آواز وترنم کے بل پر لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طریقہ کار سے ان پڑھ لوگ تو شاید متاثر ہوں لیکن پڑھا لکھا طبقہ یقیناً کوئی اثر نہیں لے گا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جس ذت پاک کی خوشنودی کے لیے وہ کلام پڑھا جا رہا ہے ان کے حضور بھی مقبولیت حاصل نہ کر سکے گا۔ سوال میں دو اہم الفاظ عقیدت اور فن استعمال ہوئے ہیں۔ فن سے مراد اگر موسیقی یا گائیکی ہے تو میں واضح طور پر عرض کروں گا کہ موسیقی یا گائیکی کا تعلق نعت خوانی سے قطعاً نہیں ہے۔ نعت گائی نہیں جاتی۔ اور جن لوگوں نے نعت گانے کی کوشش کی ہے انہوں نے نعت کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اکثر محفلوں میں کچھ حضرات نعتیں گاتے ہیں جو اکثر فلمی گانوں کی طرز پر ہوتی ہیں۔ ایسا کرنے والے حضرات شاید مالی منفعت حاصل کر لیتے ہوں لیکن ثواب کے حصہ دار نہیں بن پاتے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ الٹا گنہگار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ آمین (۱۱)

اور جناب نشاط احمد ساقی صاحب (خانیوال) اسی قلمی مذاکرے کے تحت فلمی طرزوں کی مذمت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

نعت خواں کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کردار معاشرے کے لیے قابل تقلید اور قابل رشک ہو، دنیاوی حرص ولالچ کے بغیر نعت پڑھے، معیاری کلام کا انتخاب کرے، آواز کا ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کرے۔ گانوں اور غزلوں کی طرزوں پر نعت پڑھنے سے پرہیز کرے۔ (۱۲)

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری، سید افضال حسین نقوی فضل فتح پوری کی کتاب **"اردو نعت تاریخ وارتقاء"** کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایسے ایسے شعراء کے نعتیہ مجموعے منظر عام پر آگئے ہیں جن کے قول وعمل میں ارتعاش جذبات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے دور کا واسطہ بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ بعض کی عملی زندگی تو اسوۂ رسول کے بالکل برعکس بسر ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر شفقت رضوی رقم طراز ہیں۔

اس نوع کی شاعری رسمی نعت گوئی کی لائق مذمت مثال ہے۔ شہرت اور نام ونمود کے بھوکے معاشرے کے ہر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے وجود کا غیر ضروری احساس دلانا چاہتے ہیں۔ جو انہیں میسر آجائے۔ شہرت طلب مذہبی اجتماعات میں نعت پیش کر کے تعریف وستائش پاتے ہیں اور سینہ پھلاتے ہیں۔ محرم کی مجلسوں میں تو تصنیف مرثیہ پیش کر کے عصر حاضر کے سب سے بڑے شاعر کہلاتے ہیں اور جب ترقی پسند بنتے ہیں تو خدا مذاہب، ائمہ اور امام حسین کی شان میں گستاخی کر کے انقلابی کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ ایسے شعراء کے کلام کو درخور اعتنا سمجھنا ہی نہیں چاہیے۔ لیکن ہماری ذہنی مرعوبیت کا یہ عالم ہے کہ پروپیگنڈے کے زور پر بڑے شاعر بن جانے والوں کی خرافات کو بھی سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اس طرح ان کی بداعمالی کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ (۱۳)

حاصل کلام یہ کہ نعتیہ شاعری انتہائی احتیاط اور سچے عشق رسول کی متقاضی ہے۔ نعت گو شعراء کو غیر مشروع، غیر مہذب رکیک اور ناپسندیدہ کلام کو موزوں کرنے سے احتیاط برتنا چاہیے۔ سیرت پاک کے جلسوں، کانفرنسوں اور محفل میلاد میں فلمی گانوں کی طرزوں پر نعت پاک پیش کرنے سے سخت اجتناب برتنا چاہیے۔ جو بھی کلام پیش کیا جائے وہ دل کی آواز اور سچے عشق رسول کا آئینہ دار ہو۔ عشق رسول کے سچے جذبے کو ہی پیش کر کے نعت گوئی یا نعت خوانی کے حقیقی مقاصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کتابیات

(۱) قرآن پاک مترجم مولانا احمد رضا بریلوی مکتبہ رضویہ آرام باغ۔ کراچی صفحہ ۴۴۸
(۲) تحفۂ اثنا عشریہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ترجمہ عبدالمجید خاں، مطبع مصطفائی لکھنؤ، صفحہ: ۲۰۱
(۳) اردو میں نعت گوئی۔ ڈاکٹر ریاض مجید اقبال اکادمی لاہور صفحہ: ۳۴
(۴) چہار مقالہ، احمد بن عمر بن علی نظامی عروضی سمرقندی، پبلشر رام نرائن بینی مادھو کٹرہ الہ آباد، صفحہ: ۴۵
(۵) فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی، صفحہ: ۱۸۷/۱۸۸
(۶) فتاویٰ رضویہ جلد ششم مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی، صفحہ: ۲۰۷
(۷) فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ: ۲۶۸
(۸) فتاویٰ رضویہ جلد ششم مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی، صفحہ: ۲۰۸
(۹) فتاویٰ رضویہ جلد ششم مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی، صفحہ: ۲۰۸
(۱۰) اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید اقبال اکادمی، لاہور، صفحہ: ۵۸۱
(۱۱) مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم، ۱۹۹۲ء شاہدرہ گورنمنٹ کالج لاہور، صفحہ: ۳۲۱/۳۲۲
(۱۲) مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم، ۱۹۹۲ء شاہدرہ گورنمنٹ کالج لاہور، صفحہ: ۲۷۶
(۱۳) مجلہ نعت رنگ شمارہ ۱۰، ادارہ اقلیم نعت، کراچی، صفحہ: ۴۷

مطبوعہ ماہنامہ کنزالایمان شمارہ اپریل ۲۰۰۲ء رضوی کتاب گھر ٹیا محل جامع مسجد دہلی صفحہ ۲۹/۳۳

☆☆☆

نعت گوئی کا تقدس اور اس کی تنقیدی قدریں

کسی بھی ادبی صنف کی تنقید سے اس کے حسنِ ظاہری اور باطنی میں کمال پیدا ہوتا ہے اور اس عمل سے اس صنفِ سخن کو ارتقاء کی آخری منزل سے ہم کنار کیا جا سکتا ہے۔ مفکرین کا نقطۂ نظر پیش کرکے ادب کی اس صنف کے لیے نئے نئے گوشوں کو اُجاگر کرنا مقصد ہوتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ غزل، قصیدہ، رباعی پر اہلِ نقد ونظر نے قلم اٹھا کر ان اصناف کو عروج وارتقا کی آخری سرحد پر پہنچا دیا ہے ان کے اس عمل سے فکر وفن، شعور وآگہی کے اَن گنت نقوش منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے ہیں۔

نعتیہ ادب پر بھی تنقیدی مقالے اور مضامین قلم بند کیے جا رہے ہیں۔ لوگوں کی توجہ اس جانب مائل ہو رہی ہے۔ لوگ چاہ رہے ہیں کہ نعتیہ ادب پر تنقیدی مضامین لکھ کر اس عظیم فن کو بھی دیگر اصناف ادب کے ہم سر یا ان سے بالاتر بنائیں۔ مگر جتنے بھی لوگ تنقید نعت پر لکھ رہے ہیں ان کے قلم میں ارتعاش اور فکر میں خوف ہے۔ اسی لیے لوگ اپنی بات بہت ہی محتاط انداز میں لکھ کر صرف فرض کفایہ پورا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میرے اپنے خیال میں صرف فرضِ کفایہ پورا کرنے سے نعت کی تنقید کا کام پورا نہیں ہوگا جب تک کہ مستعدی، نیک نیتی اور دل جمعی کے ساتھ اس میدان میں قدم نہیں جمایا جائے گا۔

نعتیہ ادب کی تنقید کی راہ میں سب سے بڑی مشکل جو درپیش ہے وہ یہ کہ اس کو مذہبی شاعری کا درجہ حاصل ہے اس کا ایک سرا اللہ جل مجدہٗ اور دوسرا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہوا ہے۔ اگرچہ حمد ومناجات، مراثی ومنقبت کو بھی مذہبی شاعری کا درجہ حاصل ہے۔ مگر بہ نسبت نعت کے حمد ومناجات، مراثی ومنقبت کی تنقید کا کام آسان ہے اس لیے کہ حمد ومناجات میں اللہ جل مجدہٗ کی تعریف، اس کی بڑائی وبزرگی نیز بندہ اپنی مشکلات کی

حاجت برآری کے لیے عرض کناں ہوتا ہے اس میں اس کو پورا پورا حق ہے کہ وہ اپنے رب کی شان میں اس کی عظمت و بزرگی کی مناسبت سے جو بھی الفاظ و معانی اس کے دل و دماغ میں ہوں ان کا کھل کر استعمال کرے۔ اور اپنی حاجت برآری کے لیے ادب و احترام کے ساتھ فریاد کرے۔ منقبت کا تعلق صحابۂ کرام و بزرگان دین کی ستودائی سے ہے۔ اہل لغات نے منقبت کی جو تعریفات کی ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

(۱) **لغات کشوری**: منقبت ہنر تعریف کرنا۔ اصطلاح میں تعریف اور ثنا اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحاب کبار کی (۲) **مرسی اردو لغت**: منقبت، اسم مؤنث تعریف، مدح، ثنا، قصیدہ (۳) **فرہنگ عامرہ**: منقبت ہنر تعریف، بڑائی، ثنا، جمع مناقب۔

منقبت کی تنقید کا کام حمد و مناجات پر تنقیدی کام سے قدرے مشکل ہے اس لیے کہ اس فن میں اس نقطۂ نظر کی طرف تنقید نگار کی پوری پوری توجہ ہوتی ہے کہ کہیں شاعر نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی ہے جو اس بزرگ کے مقام و مرتبہ سے بالا تر ہے۔ اس لیے کہ اکثر و بیشتر شعراء جب شعر گوئی کی رو میں آتے ہیں تو تیز طرار اور شوخ جملے استعمال کر جاتے ہیں جس سے ان کا مقصد موضوع سے متعلق معلومات کا تاثر دینا اور زبان و بیان کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ منقبت میں شعراء جن عناصر کو اپنا موضوع بناتے ہیں ان میں سے چند موضوعات تحریر کیے جا رہے ہیں۔

(۱) صحابیِ رسول یا اللہ کے ولی کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ وہ عظمت و بزرگی کے کس مقام پر فائز ہیں۔ ملاحظہ ہوں چند اشعار

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبر کا
ہے یار غار محبوب خدا صدیق اکبر کا

رسل اور انبیا کے بعد جو افضل ہو عالم سے
یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ صدیق اکبر کا

نبی کا اور خدا کا مدح گو صدیق اکبر ہے
نبی صدیق اکبر کا خدا صدیق اکبر کا

خدا اکرام فرماتا ہے اتقا کہہ کے قرآں میں
کریں پھر کیوں نہ اکرام اتقیا صدیق اکبر کا (۴)

نہیں خوش بخت محتاجان عالم میں کوئی ہم سا
ملا تقدیر سے حاجت روا فاروق اعظم سا

ترے جود و کرم کا کوئی اندازہ کرے کیوں کر
ترا اک اک گدا فیض وسخاوت میں ہے حاتم سا (۵)

جس آئنہ میں نور الٰہی نظر آئے
وہ آئنہ رخسار ہے عثمان غنی کا

سرکار سے پائیں گے مرادوں پہ مرادیں
دربار یہ دُرْ بار ہے عثمان غنی کا (۶)

اے حب وطن ساتھ نہ یوں سوئے نجف جا
ہم اور طرف جاتے ہیں تو اور طرف جا

تمہارے در سے جھولی بھر مرادیں لے کر آئیں گے
نہ کوئی بادشاہ تم سا نہ کوئی بے نوا ہم سا (۷)

(۲) حسب ونسب کا ذکر

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

نبوی مینھ، علوی فصل بتولی گلشن
حسنی پھول، حسینی ہے مہکنا تیرا

نبوی ظل علوی برج بتولی منزل
حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا
نبوی خور علوی کوہ بتولی معدن
حسنی لعل حسینی ہے تجلا تیرا(۸)

جس نخل پاک میں ہیں چھیالیس ڈالیاں
اک شاخ ان میں سے ہے بنام ابوالحسین(۹)

(۳) نسبت یعنی صاحب بزرگ سے شاعر یا عقیدت مند کا تعلق۔

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا(۱۰)
دین و دنیا میں بہت اچھا رہا
جو تمہارا ہو گیا اچھے میاں
اس برے کو آپ اچھا کیجیے
آپ اچھے، میں برا اچھے میاں
ایسے اچھے کا برا ہوں میں برا
جن کو اچھوں نے کہا اچھے میاں
میں حوالے کر چکا ہوں آپ کے
اپنا سب اچھا برا، اچھے میاں
آپ جانیں مجھ کو اس کی فکر کیا
میں برا ہوں یا بھلا اچھے میاں
مجھ برے کے کیسے اچھے ہیں نصیب
میں برا ہوں آپ کا اچھے میاں

اپنے منگتا کو بلا کر بھیک دی
اے میں قربان عطا اچھے میاں(۱۱)

(۴) کرامت کا ذکر

ترے قبضے میں احیا و اماتت حکم حق سے تھی
عیاں ہے ماجرا سب اہل دیں پر مرغ و عقرب کا(۱۲)

میلا لگا ہے شان مسیحا کی دید ہے
مردے جلا رہا ہے خرام ابوالحسین(۱۳)

نکالا ہے پہلے تو ڈوبے ہوؤں کو
اور اب ڈوبتوں کو بچا غوث اعظم (۱۴)

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا(۱۵)

تجھ سے اور دہر کے اقطاب سے نسبت کیسی
قطب خود کون ہے خادم ترا چیلا تیرا(۱۶)

(۵) حاجت برآری کا موضوع

جاں بلب ہوں درد عصیاں سے حضور
جاں بلب کو دو شفا اچھے میاں(۱۷)
ترے دربار میں آیا ہوں میں بھی ملتجی ہو کر
خدارا سن لے میری التجا محبوب سبحانی(۱۸)
ہزاروں کی مدد کی آپ نے صحرا و دریا میں
کرو میری بھی اب حاجت روا محبوب سبحانی

ہزاروں کو کیا کامل نگاہ لطف سے تم نے
ادھر بھی اک نظر بہر خدا محبوب سبحانی (۱۹)
ہزاروں کی کری حاجت روا للّٰہ اب کردو
میرے مقصد کا بھی انجاح یا محبوب سبحانی (۲۰)

(۶) مشکل کے وقت صاحب بزرگ کو معین و مددگار سمجھنا۔

دشمنوں کی ہے چڑھائی الغیاث
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نفس سرکش درپے آزار ہے
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
شام ہے نزدیک صحرا ہولناک
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نزع کی تکلیف اغوائے عدو
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
وہ سوال قبر وہ شکلیں مہیب
ہے مدد کا وقت، یا اچھے میاں
پرسش اعمال اور مجھ سا اثیم
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں (۲۱)

(۷) دشمنوں سے حفاظت کی درخواست کرنا۔

پئے فضل رسول پاک میری اب مدد فرما
کہ ہو جائیں عدو مبہوت یا محبوب سبحانی

بے فضل رسول پاک میرے جمع اعدا کی
کرا پنے حکم سے تشتیت یا محبوب سبحانی (۲۲)

نہیں ہے خوف کچھ مجھ کو سنا جب سے کیا تم نے
مریدی لاتخف ارشاد یا محبوب سبحانی (۲۳)

دشمنوں کی ہے چڑھائی الغیاث
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں (۲۴)

بر سر پرخاش ہے مجھ سے عدوے بے تمیز
رات دن ہے درپے قلب حزیں نفس رجیز

مبتلا ہے سو بلاؤں میں میری جان عزیز
حل مشکل آپ کے آگے نہیں دشوار چیز

روئے رحمت بر متاب اے کام جاں از روے من
حرمت روح پیمبر یک نظر کن سوے من (۲۵)

(۸) صاحب مزار یا بزرگ کے در دولت پہ حاضری کی تمنا کرنا۔

بلا لو اب تو خدمت میں کہ ہوں بیتاب فرقت میں
بھلا کب تک رہوں تم سے جدا محبوب سبحانی (۲۶)
آنکھیں ملنے کے لیے ہاتھ آئے چوکھٹ غوث کی
سر رگڑنے کے لیے مل جائے روضہ غوث کا
بلا بغداد میں للّٰہ آقا (۲۷)
دکھا اپنا مجھے دربار یا غوث
تمنا بلبل شیدا کی یہ ہے
ملے بغداد کا گلزار یا غوث (۲۸)

کب بلائیں اپنے در پر کب رخ انور دکھائیں
کب نکالیں دیکھو میرے دل کا ارماں غوث پاک (۲۹)

کاش ہم سے روسیاہوں کو کبھی
اپنے روضے پر بلائیں غوث پاک (۳۰)

(۹) صاحب بزرگ سے شفاعت کی درخواست کرنا:

جو مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔ شفاعت کے سلسلے میں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اولیائے کرام شہدا، علما حفاظ، حجاج، بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہو اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا۔ نابالغ بچے جو مر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آ کر عرض کریں گے کہ ہم نے آپ کو وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجے کو ڈھیلا دیا تھا، ان تک کی شفاعت کریں گے۔ (۳۱)

شہہ عالم شفیع المذنبیں کا تو پیارا ہے
شفاعت کر میری روز جزا محبوب سبحانی (۳۲)

بروز حشر اپنے لطف سے تم بخشوا لینا
خدا سے سب مرے جرم و خطا محبوب سبحانی (۳۳)

شفارش کیجئے محشر میں میری
کہ مجھ کو بخش دے غفار یا غوث (۳۴)

آپ کا نام مقدس میرے دل پر نقش ہے
میری بخشش کیلئے کافی ہے ساماں غوث پاک (۳۵)

ہمارے قصور وخطا بخشوا کر
دلائیں قصور جناں غوث اعظم (۳۶)

☆☆☆

(۱۰) صاحب بزرگ یا صاحب مزار کی عطا و نوازش کا ذکر۔

بیاں داد و دہش کیا ہو تمہاری فضل مولا سے
جسے جو آپ نے چاہا دیا محبوب سبحانی (۳۷)

وہ ہے کون سا ان کے در کا بھاری
مددگار جس کے نہیں غوث اعظم (۳۸)

کیا اک نگاہ کرم نے تمہاری
کوئی قطب کوئی بدل غوث الاعظم (۳۹)

اگر تیری امداد آئے مدد کو
مقدر کی نکلے کجی غوث اعظم

قیامت کے دن ہوں گے تیری بدولت
تیرے نام لیوا بری غوث اعظم (۴۰)

اوپر منقبت کے جن موضوعات کا ذکر اختصاصی طور پر کیا گیا ہے شعرا کثرانہیں موضوعات کو اپنی فکر کا موضوع بناتے ہیں۔ اگر منقبت کے موضوعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے اور غور وخوض کیا جائے تو ان کے علاوہ دیگر موضوعات کا بھی انکشاف ہو سکتا ہے۔

جہاں تک مرثیہ کی بات ہے تو مرثیے کا مفہوم و موضوع مخصوص ہے مگر اس میں بھی تعیم کی جا سکتی ہے۔ اور کی گئی ہے مرثیے کا لفظ جب بھی بولا جاتا ہے تو ہمارے ذہن فوراً حضرت امام حسین اور واقعات کربلا کی طرف مڑ جاتے ہیں۔ لیکن جب اس کے معانی ومفاہیم میں تعمیم کی جاتی ہے تو ہم حالی کے مرثیہ دلی کو بھی مرثیہ اور مرثیۂ غالب کو بھی مرثیہ ہی کہتے ہیں۔ مرثیہ نے بحیثیت فن اور ایک صنف سخن کے جو ترقی کی ہے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط رقم طراز ہیں۔

مرثیہ مذہبی اور ادبی حیثیت کے ساتھ ساتھ معاشرتی کردار بھی رکھتا تھا محرم کی مجالس

میں مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ مرثیہ خوانی کو ایک فن کا درجہ حاصل تھا پھر مرثیہ کو انیسؔ و دبیرؔ جیسے شاعر مل گئے جنھوں نے اس زمین کو آسمان بنا دیا اور پھر شبلیؔ جیسے ناقد و نابغۂ روزگار نے مرثیہ کے ادبی پہلوؤں کو اپنے نقد و نظر کے ذریعے اجاگر اور متعین کیا۔ (۴۱)

جناب ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط صاحب کی کتاب "اردو میں حمد و مناجات" پڑھنے کے بعد مجھے بیحد افسوس ہوا اس لیے کہ انھوں نے اپنی اس کتاب میں داغؔ دہلوی کے مشہور شاگرد استاذ زمن مولانا حسنؔ رضا خاں بریلوی اور ان کے بڑے بھائی حضرت مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی جیسے عظیم شاعر و نعت گو جنھوں نے حمد و مناجات، نعت و منقبت، قصیدہ، مثنوی، قطع و رباعیات کو ایک نئی سمت عطا کی کے تذکرے سے پوری کتاب یکسر خالی ہے۔ جب کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اسی کتاب میں شہر بریلی کا ذکر کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

ہندوستان کے ادبی مراکز دہلی، لکھنؤ اور آگرہ کی طرح اگرچہ بریلی کی کوئی ادبی علاقائی اہمیت نہیں لیکن مدت مدید سے یہ شہر صوفیانہ رشد و ہدایت اور علوم دینوی کا مرکز رہا ہے۔ جس کی وجہ سے مذہبی شاعری کو یہاں ایک طرح سے فروغ حاصل ہوا۔ (۴۲)

مگر اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے ان مقتدر نعت گو شعرا کے تذکرے سے کیوں کر انحراف کیا یہ تو وہی بتا سکیں گے۔ جب کہ آج بھی خاندان رضویہ میں حمد و مناجات اور نعت گوئی کا سلسلہ جاری ہے۔ قارئین کے ملاحظہ کے لیے استاذ زمن مولانا حسنؔ رضا خاں حسنؔ بریلوی کے نعتیہ مجموعہ "ذوق نعت" سے حمد و مناجات کے نمونہ کلام تحریر کیے جا رہے ہیں ملاحظہ ہوں۔

فکر اسفل ہے میری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

طور پہ ہی نہیں موقوف اجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا

ہر جگہ ذکر ہے اے واحد و یکتا تیرا
کون سی بزم میں روشن نہیں اکّا تیرا

ہیں تیرے نام سے آبادی وصحرا آباد
شہر میں ذکر تیرا دشت میں چرچا تیرا

برق دیداری نے تو یہ قیامت توڑی
سب سے ہے اور کسی سے نہیں پردہ تیرا

آمد حشر سے اک عید ہے مشتاقوں کی
اسی پردہ میں تو ہے جلوۂ زیبا تیرا

سارے عالم کو تو مشتاق تجلی پایا
پوچھنے جایئے اب کس سے ٹھکانا تیرا

طور پر جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ اپنوں سے ہے پردہ تیرا

کام دیتی ہیں یہاں دیکھئے کس کی آنکھیں
دیکھنے کو تو ہے مشتاق زمانہ تیرا

میکدہ میں ہے ترانہ تو اذاں مسجد میں
وصف ہوتا ہے نئے رنگ سے ہر جا تیرا

چاک ہو جائیں گے دل جیب و گریباں کس کے
دے نہ چھپنے کی جگہ راز کو پردہ تیرا

بے نوا مفلس و محتاج و گدا کون کہ میں
صاحب جود و کرم وصف ہے کس کا تیرا

آفریں اہل محبت کے دلوں کو اے دوست
ایک کوزے میں لیے بیٹھے ہیں دریا تیرا

اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
تو مرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا

انگلیاں کانوں میں دے دیکے سنا کرتے ہیں
خلوت دل میں عجب شور ہے برپا تیرا
اب جماتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا (۴۳)

مناجات

درد دل کر مجھے عطا یا رب ☆ دے مرے درد کی دوا یا رب
لاج رکھ لے گناہ گاروں کی ☆ نام رحمٰن ہے تیرا یا رب
عیب میرے نہ کھول محشر میں ☆ نام ستار ہے تیرا یا رب
بے سبب بخشش دے نہ پوچھ عمل ☆ نام غفار ہے تیرا یا رب
زخم گہرا سا تیغ الفت کا ☆ مرے دل کو بھی کر عطا یا رب
یوں گموں میں کہ تجھ سے مل جاؤں ☆ یوں گما اس طرح ملا یا رب
بھول کر بھی نہ آئے یاد اپنی ☆ میرے دل سے مجھے بھلا یا رب
خاک کر اپنے آستانے کی ☆ یوں ہمیں خاک میں ملا یا رب
میری آنکھیں مرے لیے ترسیں ☆ مجھ سے ایسا مجھے چھپا یا رب
ٹیس کم ہو نہ درد الفت کی ☆ دل تڑپتا رہے مرا یا رب
نہ بھریں زخم دل ہرے ہو کر ☆ رہے گلشن ہرا بھرا یا رب
تیری جانب یہ مشت خاک اڑے ☆ بھیج ایسی کوئی ہوا یا رب
داغ الفت کی تازگی نہ گھٹے ☆ باغ دل کا رہے ہرا یا رب
سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلىٰ غَضَبِي ☆ تو نے جب سے سنا دیا یا رب
آسرا ہم گناہگاروں کا ☆ اور مضبوط ہو گیا یا رب
ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي ☆ میرے ہر درد کی دوا یا رب

تو نے میرے ذلیل ہاتھوں میں ☆ دامن مصطفیٰ دیا یا رب
کر دیا تو نے قادری مجھ کو ☆ تیری قدرت کے میں فدا یارب
دولتیں ایسی نعمتیں اتنی ☆ بے غرض تو نے کیں عطا یا رب
دے کے لیتے نہیں کریم کبھی ☆ جو دیا جس کو دے دیا یا رب
تو کریم اور کریم بھی ایسا ☆ کہ نہیں جس کا دوسرا یا رب
ظن نہیں ہے بلکہ یقین ہے مجھے ☆ وہ بھی تیرا دیا ہوا یا رب
ہوگا دنیا میں قبر و محشر میں ☆ مجھ سے اچھا معاملہ یا رب
اس نکمے سے کام لے ایسے ☆ یہ نکما ہو کام کا یا رب
مجھے ایسے عمل کی دے توفیق ☆ کہ ہو راضی تیری رضا یا رب
جس نے اپنے لیے برائی کی ☆ ہے یہ نادان وہ برا یا رب
ہر بھلے کی بھلائی کا صدقہ ☆ اس برے کو بھی کر بھلا یا رب
میں نے بنتی ہوئی بگاڑی بات ☆ بات بگڑی ہوئی بنا یا رب
میں نے سبحٰنَ رَبّیَ الاعلیٰ ☆ خاک پر رکھ کے سر کہا یا رب
صدقہ اس دی ہوئی بلندی کا ☆ پستیوں سے مجھے بچا یا رب
بونے والے جو بوئیں وہ کاٹیں ☆ یہ ہوا تو میں مرمٹا یا رب
آہ جو بوچکا ہوں وقت درو ☆ ہوگا حسرت کا سامنا یا رب
پاک ہے۔ درد و ورد سے جو مے ☆ جام اس کا مجھے پلا یا رب
کرکے گسترہ خوان ادعونی ☆ تو نے بندوں کو دی صلا یا رب
آستاں پر ترے ترا منگتا ☆ سن کر آیا ہے یہ صدا یا رب
لعت استجب سے پائے بھیک ☆ ہاتھ پھیلا ہوا میرا یا رب
تجھ سے وہ مانگوں میں جو بہتر ہو ☆ مدعی ہو نہ مدعا یا رب
مجھے دونوں جہاں کے غم سے بچا ☆ شاد رکھ شاد دائما یا رب

مجھ پر اور میرے دونوں بھائیوں پر ☆ سایہ ہو تیرے فضل کا یا رب
عیش تینوں گھروں کے تینوں کو ☆ اپنی رحمت سے کر عطا یا رب
میرے فاروق و حامد و حسنین ☆ درد و غم سے رہیں جدا یا رب
لختِ دل مصطفیٰ حسین رضا ☆ ہر جگہ پائیں مرتبہ یا رب
سایۂ پنجتن ہوں پانچوں پر ☆ دائما ہو تیری عطا یا رب
دونوں عالم کی نعمتیں پائے ☆ مرتضیٰ بہر مصطفیٰ یا رب
علم و عمر عمل و فراخ معاش ☆ مجتبیٰ کو بھی کر عطا یا رب
کردے فضل و نعم سے مالا مال ☆ غم الم سے انہیں بچا یا رب
ان کے دشمن ذلیل و خوار رہیں ☆ دور ہے ان کی ہر بلا یا رب
بال بیکا کبھی نہ ہو ان کا ☆ بول بالا ہو دائما یا رب
میری ماں میری بہنیں بھانجے سب ☆ پائیں آرام دوسرا یا رب
اور بھی جتنے میرے پیارے ہیں ☆ حاجتیں سب کی ہوں روا یا رب
میرے احباب پر بھی فضل رہے ☆ تیرا تیرے حبیب کا یا رب
اہل سنت کی ہر جماعت پر ☆ ہر جگہ ہو تری عطا یا رب
دشمنوں کے لیے ہدایت کی ☆ تجھ سے کرتا ہوں التجا یا رب
تو حسنؔ کو اٹھا حسن کر کے ☆ ہو مع الخیر خاتمہ یا رب (۴۴)

نعتیہ ادب کی تنقیدی قدریں متعین کرنے کے لیے ہمیں بہت ہی سنجیدگی سے اس موضوع پر غور کرنا ہوگا۔ اگر ہم اس کی تنقیدی قدریں اپنی ذہنی اپج یا عقائد کی روشنی میں متعین کرنے کی کوشش کریں گے تو میرے اپنے خیال میں نعتیہ ادب کی تنقید کا کام کم اور اختلاف عقاید کی باتیں زیادہ ہوں گی جس سے تنقید نعت کی قدریں یقیناً مجروح ہوں گی۔ اگرچہ عقائد کے بارے میں بعض دانش وروں کا خیال ہے کہ ادب میں عقیدے یا نقطۂ نظر کے بغیر ادب وجود میں نہیں آسکتا مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ

انھیں عقاید کو اپنا عقیدہ قرار دیا جائے جو قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔

میں نے اپنے ایک مضمون "**آداب نعت گوئی کے اساسی پہلو**" میں واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ نعت گوئی کا تعلق براہِ راست ایمان وکفر سے ہے۔ اگر شریعت کی روشنی میں اس کے معیار پر نعتیہ اشعار کہے گئے ہیں تو یقیناً وہ سعادت ونیک بختی اور صدہا پزیرائی کے لائق ہیں۔ لیکن اگر شریعت کے خلاف اور بارگاہِ نبوی ﷺ کے آداب کے منافی کہے گئے ہیں تو نعت گو کا یہ عمل سیدھے اسے جہنم میں لے جائے گا۔

فارسی زبان وادب کے ماہر جناب نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی عظیم ادبی شاہ کار "چہار مقالہ" میں شعر وشاعری سے متعلق بنیادی احکام بیان کیے ہیں اور واضح انداز میں تحریر فرمایا ہے کہ شاعر کو کن کن خوبیوں سے متصف ہونا چاہیے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

اما شاعر باید سلیم الفطرۃ، عظیم الفکر، صحیح الطبع، جید الرویہ، دقیق النظر باشد در انواع علوم متنوع باشد ودر اطراف رسوم مستطرف زیرا کہ چناں کہ شعر۔ در ہر علمے بکار، ہمی شود وہر علمے در شعر بکار ہمی شود

ترجمہ: لیکن شاعر کو چاہیے کہ سلیم الفطرت، بلند فکر، صحیح طبیعت، عمدہ خیال اور دقیق نظر ہو اور تمام طرح کے علوم کا جان کار ہو اور علاقائی محاوروں اور کہاوتوں سے آشنا ہو کیوں کہ جس طرح شعر کا تمامی علوم میں کام پڑتا ہے اسی طرح شعر گوئی میں تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۴۵)

اس کے علاوہ بھی نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی اسی شاہکار میں تحریر فرمایا ہے کہ شعر وسخن کا ذوق رکھنے والے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس میدان میں قدم رکھنے سے پہلے متقدمین اور معاصرین شعرا کے صدہا اشعار، محاورے، کہاوتیں یاد ہونی چاہیے تاکہ جب وہ شعر کہنے کے لیے کسی موضوع پر فکر کریں تو ان کی فکر متقدمین اور معاصرین شعرا کی فکر سے جلا حاصل کر سکے جس سے کہ وہ بے راہ روی کے شکار نہ ہوں۔

میرے اپنے خیال میں اگر نعت گو شعراء عربی کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ اور اس کے زیادہ سے زیادہ اشعار مستحضر کرنے کے بعد آقائے محترم ﷺ کی نعت کہنے کے لیے فکر کریں تو وہ یقیناً اپنے کلام میں شان رسالت کے منافی پہلوؤں کے در آنے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی عظمت ان کی بزرگی اور ان کی بارگاہ عالی جاہ کے ادب و احترام کی مناسبت سے نعت گوئی یا نعت نگاری کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ میں نے عربی کی نعتیہ شاعری کے مطالعے کی جو بات عرض کی ہے صرف اس وجہ سے کہ عربی نعتیہ شاعری کو براہ راست بارگاہ رسول اکرم ﷺ میں قبولیت کا شرف حاصل ہے اور دنیا کی تمام زبانوں میں پائے جانے والے نعتیہ ادب کے سرمائے کا ماخذ و منبع عربی نعتیہ شاعری ہی ہے۔

ان کے علاوہ نعت گوئی کے لیے سیرت رسول اکرم ﷺ سے واقفیت لازمی ہے۔ اس لیے کہ اس فن میں حضور رحمت عالم ﷺ کے عادات و اطوار، کا ذکر ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک ان کے اسوۂ حسنہ، فضائل و خصائل وغیرہ کی معلومات کے لیے قرآن و حدیث کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اگر سیرت نبی اکرم ﷺ سے نعت گو واقف نہیں ہے قرآن و حدیث کے مطالعے سے بے بہرہ ہے جس واقعے کو وہ نظم کرنا چاہتا ہے اس سے اس کی پوری واقفیت نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس سے لغزش کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ چنانچہ جناب عاصی کرنالی صاحب اپنی ایک نعت پاک میں رقم طراز ہیں:

ہم نے بڑھ کر جالیوں کو چھو لیا
بے بسی سے پاسباں دیکھا کیے (۴۶)

محترم کرنالی صاحب! اپنی نعت پاک کے مذکورہ شعر سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک کی جالیوں کو چھو کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کیوں کہ روضۂ رسول ﷺ پر متعین نگراں کی موجودگی میں ہم نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے اور وہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے جب کہ ان کی ڈیوٹی ہے کہ وہ روضۂ رسول ﷺ کی جالیوں کو

چھونے یا بوسہ دینے سے لوگوں کو روکیں۔ محترم! کرنالی صاحب نے اگر رسول اکرم ﷺ کے روضۂ پاک کی زیارت کے آداب کا مطالعہ کیا ہوتا تو میرے خیال میں اس طرح کا شعر ان کی فکر کا موضوع نہ بنتا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کے روضۂ پاک کی زیارت کے آداب مولانا احمد رضا بریلوی کی کتاب ''انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ'' سے ایک اقتباس۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ یہ خلاف ادب ہے۔ بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا۔ اپنے مواجۂ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے والحمدللہ۔

الحمدللہ! اب دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا۔ جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان ﷺ کی آرام گاہ ہے۔ نہایت ادب و وقار کے ساتھ، آواز حزیں وصورت درد آگنیں و دل شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ سخت و بلند (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے) اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا۔ (۴۷)

یہاں پر علامہ ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر پیش کیا جا رہا ہے۔ ان کے سامنے بھی حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی جالیاں ہیں مگر وہ اسے چھونے یا بوسہ دینے کے بجائے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہو کر بارگاہ رسول اکرم ﷺ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے ہیں اور شریعت کا بھی یہی حکم ہے۔ چناں چہ مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مذکورہ رسالہ کے صفحہ ۱۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ وسلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو۔ بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

اب ملاحظہ ہو علامہ ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ شعر جو سراپا شریعت کی روشنی میں کہا گیا ہے۔

سنہری جالیاں پیشِ نظر ہیں
سلاموں کی صدائیں یاد آئیں (۴۸)

اس وقت میرے پیشِ نظر مجلہ "نعت رنگ" شمارہ نمبر ۱۴، صفحہ ۲۱۷ پر شائع رشیدہ عیاںؔ (نیوجرسی۔امریکا) کی ایک نعت پاک ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مقدس کی جالی مبارک کو اپنی فکر کا موضوع بنایا گیا ہے۔ مگر اس پوری نعت پاک میں کس قدر شریعت کی پاس داری کی گئی ہے یہ بات بذاتِ خود عیاں ہے، ملاحظہ ہو۔

کروں آقا، چراغاں یوں ترے روضے کی جالی پر
کہ آنکھوں کے دیے رکھ دوں ترے روضے کی جالی پر
اگر بادِ حوادث ریزہ ریزہ کرکے بکھرا دے
تو بن کر خاک جم جاؤں ترے روضے کی جالی پر
یہ ہیں تارِ نظر کے درمیاں حائل مگر پھر بھی
میں اشکوں کے گہر واروں ترے روضے کی جالی پر
قفس گر ٹوٹ جائے طائرِ روحِ مقید کا
اُڑوں اور اُڑ کے جا بیٹھوں ترے روضے کی جالی پر
اگر ہر حلقۂ روزن ہو طور جلوہ سامانی
تو میں سر رکھ کے مر جاؤں ترے روضے کی جالی پر
ہزاروں بار گر اللہ مجھ کو خلق فرمادے
تو میں ہر بار مٹ جاؤں ترے روضے کی جالی پر
عیاںؔ کل بھی اگر جائے متاعِ قیصر و کسریٰ
تو سب قربان کر ڈالوں ترے روضے کی جالی پر (۴۹)

نعت گوئی میں عمومی طور سے جہاں تک غیر شرعی امور کے جگہ پانے کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ انہیں میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب نعت گو حضور اکرم ﷺ کی نعت پاک رقم کرتا ہے تو اس وقت وہ محبتِ رسول میں اس قدر مستغرق و سرشار ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ساری معلومات پہ اس کی سرشاری غالب آجاتی ہے جب کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ علم اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ وہ مشکل وقت میں رہ نمائی کر کے طمانیت قلب و روح عطا فرمائے۔ چنانچہ ایک شعر مولانا احمد رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" سے ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں ؎

پیشِ نظر وہ نو بہار، سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے، ہاں یہی امتحان ہے (۵۱)

آپ ایک لمحے کے لیے سوچ سکتے ہیں کہ جب اتنے بڑے عالم دین کا نعت گوئی میں یہ حال ہو سکتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے در دولت پہ حاضر ہو کر عشقِ رسول میں اس قدر بے خود ہو سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو سنبھالنے میں ناکامی محسوس کرتے ہیں تو وہ نعت گو شعرا جو ان کے مقابلے میں کم تر درجے کے ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ مگر اس کا مطلب یہ بالکل نہیں ہو سکتا کہ نعت گو عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر جو کچھ بھی کہہ دے گا اسے قبول ہی کر لیا جائے گا۔ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ہر قول و فعل کا محاسبہ و محاکمہ کیا جائے گا ورنہ تنقیدِ نعت کا کام منجمد ہو کر رہ جائے گا۔ ہماری نگاہوں کے سامنے سیرتِ رسول اکرم ﷺ کے وہ نقوشِ زریں آج بھی ہماری رہ نمائی کے لیے کافی ہیں۔ جب مشہور صحابی رسول نعت گوئی کے میر کارواں حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کو اپنا قصیدہ "بانت سعاد" سنا رہے تھے اور حضور ﷺ توجہ کے ساتھ سماعت فرما رہے تھے۔ آپ ایک لمحے کے لیے محسوس کر سکتے ہیں کہ جب ہم اور آپ روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہوتے ہیں تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے اور جب وہ گنبدِ خضریٰ کے مکیں سراپا حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جلوہ فرما رہے ہوں گے اور حضرت کعب اپنا قصیدہ سنا رہے ہوں گے تو اس وقت ان پر عشقِ رسول کا کیا عالم رہا ہوگا۔ چنانچہ

جب وہ اپنے مذکورہ قصیدہ کے اس اکیاونویں شعر پر پہونچے۔

ان الرسول لنور یستضاء به
مهند من سیوف الله مسلول

تو انہوں نے سیوف اللہ کی جگہ سیوف الہند کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اس پر سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں روکا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ کہو۔ آپ نے فوراً قبول کرتے ہوئے اصلاح بھی فرمالی۔

حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مقدس عمل سے ہم کو ایک نکتۂ نظر ملتا ہے کہ نعت گوئی کے حوالے سے تنقید نگار یا محاکمہ کرنے والے حضرات جس مقام پر بھی متوجہ کریں ان کی بات کو بہ طیب خاطر قبول کرتے ہوئے اصلاح کرلینا چاہیے مگر تنقید نگار کو بھی ساتھ ہی ساتھ قوی دلائل لازماً پیش کرنا چاہیے۔

نعتیہ ادب کی تنقید کا کام دیگر اصناف ادب کے تنقیدی کام سے قدرے مختلف ہے اس لیے کہ نعت پاک کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ اگر نعت گو نے خلاف ایمان کوئی بھی بات کہی ہے تو فوراً اس سے اس کو آگاہ کرنا ضروری ہے اور کچھ امور تو ایسے ہیں کہ اگر اس کو واقف نہیں کرایا جائے گا تو واقف خود گناہ گار ہوگا۔ آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا کہ حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کو اپنا قصیدہ سنا رہے تھے اور جب سیوف الہند کے مقام پر پہنچے تو آپ نے فوراً ان کو روکا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ کہو اگر آپ چاہتے تو پورا قصیدہ سماعت فرمانے کے بعد بھی حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لغزش سے آگاہ فرما سکتے تھے۔ مگر نعت گوئی کی نازکی اور اس فن میں احتیاط کے پیشِ نظر، آپ نے فوراً اسی مقام پر حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکا اور ان کی اصلاح فرمائی۔

فنِ نعت میں غیر شرعی امور یا بے احتیاطیوں کے جگہ پانے کی جو وجوہات میں نے بیان کی ہیں وہ میرا اپنا نقطۂ نظر یا میری اپنی سوچ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ میرے اس

نقطۂ نظر سے اتفاق ہی کریں۔ چنانچہ ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی نعت میں بے احتیاطیوں کے حوالے سے اپنے محسوسات یا نقطۂ نظر کو بایں طور پر بیان فرماتے ہیں:

زبان وبیان سے لاعلمی کی بنا پر غلطی کا امکان تو رہتا ہی ہے لیکن اس زمانے میں جدیدیت کے نام پر زبان میں نہ صرف بناؤ کے مقابلے میں بگاڑ زیادہ پیدا ہورہا ہے بلکہ اسے دانستہ نعت پر آزما کر شاعر ایسی فاش غلطیوں کا مرتکب ہورہا ہے کہ اسے یہ بھی احساس نہیں ہوتا کہ شعر سے مدح کا پہلو نکلتا ہے یا ذم کا۔ اگر نعت سے ہٹ کر کوئی عام موضوع ہوتا تو ہم کوئی تعرض نہ کرتے لیکن نعت میں ایسی فاش اغلاط کو دیکھ کر جس میں ذم کا پہلو نمایاں ہے، خاموش رہنا خود جرم کا مرتکب ہونا ہے۔ اس لیے یہاں "ٹوک دو گر غلط کہے کوئی" پر عمل کرنا اپنا فرض بن جاتا ہے۔(۵۱)

نعتیہ ادب کی تنقید میں زبان وبیان، عروض ومعانی کی غلطیوں سے تو صرف نظر کیا جاسکتا ہے جو فنِ شاعری کے لوازمات میں آتے ہیں لیکن اگر نعت گو شاعر نے خلاف ایمان یا قرآن وحدیث کے مفہوم کے خلاف کوئی بات کہی ہے تو اسے قطعاً نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نعت کے کسی بھی شعر کا تنقیدی جائزہ لینے سے قبل ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس کے ہر ہر لفظ کے جتنے بھی ممکنہ معانی ومطالب اہلِ لغت نے متعین کیے ہیں ان کو ذہن میں رکھیں اور پھر پورے شعر کو پڑھ کر اس کا مفہوم متعین کریں۔ اس کے بعد دیکھیں کہ جو ہم نے معانی ومفاہیم متعین کیے ہیں ان میں کون سا ایسا مفہوم ہے جو ایمان کی سلامتی کی نشان دہی کرتا ہے اور کون سا مفہوم ایسا ہے جو کفر کی طرف لے جاتا ہے اس کے بعد نعت گو کی نیک نیتی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے مومن ہونے کے پہلو کو مقدم رکھیں۔

نعت گوئی کے فن میں غلطیوں کے در آنے کی ایک وجہ موہوم الفاظ کا استعمال بھی ہے۔ اگر نعت گو اپنے کلام میں صریح المعانی لفظ کا استعمال کرے تو کلام میں غلطیوں کے در آنے کا امکان نہیں رہتا۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شعر کے بارے میں شرعی حکم جاننے کے لیے استفسار کیا گیا تو آپ نے اس شعر کا شرعی حکم بیان فرماتے ہوئے

اس میں جو تاویل کی گنجائش تھی وہ بھی بیان فرمائی نعتیہ ادب کی تنقید میں سب سے بڑا پہلو کسی بھی شعر یا لفظ کی تاویل کا ہے۔ اگر چہ اس سے مراعات کی کافی گنجائش رہتی ہے مگر پھر بھی اہلِ علم ایسا لفظ استعمال کرنے سے منع فرماتے ہیں جس میں بے جا تاویل کی ضرورت پڑے۔ ملاحظہ ہو مولانا احمد رضا بریلوی کے مجموعہ فتاویٰ رضویہ سے وہ اقتباس:

مسئلہ: از ناگور مارواڑ دوکان سید محمد صدیق، سید لعل محمد سوداگران، مرسالہ حضرات مذکورین ۸ رجمادی الاولی ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

یہ شعر عام طور پر حضور ﷺ کی میلاد شریف میں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً کافر ہے۔ ہاں اگر بہ قرینۂ مصرعِ اولی یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تو یہ معنی صحیح ہیں، مگر ایسا موہوم لفظ بولنا جائز نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: مجرد ایہام المعنی المحال کافی المنع واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۵۲)

اس وقت میں میرے پیشِ نظر جناب عزیز احسن صاحب کی کتاب "**نعت کی تخلیقی سچائیاں**" ہے۔ جناب عزیز احسن صاحب نے تنقیدِ نعت کا کام جس مستعدی اور بغیر کسی لومت لائم کے شروع کیا ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ میں نے "نعت رنگ" کے جن شماروں کا اب تک مطالعہ کیا ہے ان میں تقریباً ہر ایک شمارے میں جناب عزیز احسن صاحب کے تنقید و تخلیقی مضامین ضرور دیکھے ہیں جن کا میں نے گہرائی و گیرائی کے ساتھ مطالعہ بھی کیا ہے۔ ان کی ایک خوبی مجھے بہت اچھی لگی وہ یہ کہ جس کسی کے یہاں بھی وہ خلافِ شریعت یا نعت گوئی کے فن کے خلاف کوئی بات دیکھتے ہیں فوراً ہی اس کا محاسبہ فرماتے ہیں اور اس پر تفصیل سے لکھتے ہیں لیکن محاسبے اور محاکے کا یہ مطلب بالکل

نہیں کہ ہم اپنی مرضی سے کسی لفظ کا معنی اور مفہوم متعین کریں۔ ہمیں کسی بھی واقعے کا محاسبہ کرنے سے پہلے اس کے مستند مراجع کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔ چنانچہ جناب عزیز احسن صاحب نے جناب شریف امروہوی کے درج ذیل شعر

حاملانِ عرش کے لب پر تھے نغمات وُرود
عرش کے وارث نے جب کھولا ہے تالا عرش کا (۵۳)

کو اپنی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' میں دو مقامات پر نقل فرمایا ہے، صفحہ ۳۵، اور ص ۱۴۵ پر اس شعر کا محاسبہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اس شعر پر پورا مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔ مختصراً عرض ہے اس شعر کو پڑھ کر ذہن معراج کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ (۱) عرش پر تالا پڑا تھا اور اسے حضور ﷺ نے کھولا۔ یہ تصورِ واقعات معراج کے تو خلاف ہے ہی دینی فراست کے بھی خلاف ہے۔ (۲) ''عرش کا وارث'' اگر انہیں معانی میں استعمال ہوا ہے جن معنی میں ''تخت کا وارث'' یا ''ولی عہد'' ہوتا ہے تو یہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے۔ کیوں کہ وارث کو تو تخت کسی کی موت کے بعد ملتا ہے۔ شاعر موصوف نے یقیناً ایسے نہیں سوچا ہوگا لیکن شعر کا لہجہ یہی ظاہر کرتا ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق ہر شے کا وارث اللہ ہے۔

میں نے ابھی پیچھے عرض کیا ہے کہ نعت گوئی کے لیے سیرتِ رسول اکرم ﷺ سے واقفیت لازمی ہے۔ اس لیے کہ اس فن میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے عادات واطوار، فضائل وخصائل کا ذکر ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک ان کے اسوۂ حسنہ فضائل وخصائل کی معلومات کے لیے قرآن وحدیث کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اگر سیرتِ سید عالم ﷺ سے نعت گو واقف نہیں، قرآن وحدیث کے مطالعے سے بے بہرہ ہے۔ جس واقعہ کو وہ نظم کرنا چاہتا ہے اس سے اس کی پوری واقفیت نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس سے لغزش کا واقع ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جناب شریف امروہوی سے جو اس شعر میں لغزش ہوئی اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ انہوں نے واقعاتِ معراج کا قرآن وحدیث کی

روشنی میں مطالعہ نہیں کیا تھا، ورنہ وہ اس طرح کا شعر بالکل ہی نہ رقم فرماتے۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ عرش کے دروازے کس نے کھولے، خود حضور اکرم ﷺ یا عرش پر موجود انبیاے کرام نے۔ واقعات معراج کے سلسلے میں متعدد روایات کتب احادیث میں مرقوم ہیں۔ چنانچہ ''بخاری شریف'' میں باقاعدہ ایک باب ''باب المعراج'' کے نام سے ہی ہے۔ محدثین کرام نے واقعات معراج کے سلسلے میں اسی حدیث پاک کو گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔ چوں کہ حدیث پاک بہت طویل ہے۔ اس لیے عرش کا دروازہ کھلنے یا کھلوانے کے مفہوم کا حصہ ملاحظہ فرمائیں:

فانطلق بی جبریل حتی آتی السماء الدنیافاستفتح فقیل۔من هذا قال جبریل قیل ومن معك قال محمد قیل وقد ارسل الیه قال نعم قیل مرحبابه فنعم المجی جاء ففتح۔

ترجمہ: اس کے بعد جبریل مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا'' کون ہیں؟'' انہوں نے کہا میں جبریل ہوں پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں انہوں نے بتایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کہ ''کیا ان کو بلایا گیا ہے؟'' جبریل نے کہا''ہاں'' کہا گیا ''مرحبا خوش آمدید'' پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ (۵۴)

جناب عزیز احسن صاحب نے جناب شریف امروہوی کا جو محاسبہ فرمایا ہے وہ یہ کہ گویا عرش پر تالا پڑا ہوا تھا اور اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھولا۔ یہ تصور واقعات معراج کے خلاف تو ہے ہی دینی فراست کے بھی خلاف ہے۔ یہاں پر میں جناب عزیز احسن صاحب سے صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ ان کو جناب شریف امروہوی صاحب کو واضح طور پر بتانا چاہیے تھا کہ آپ نے جس واقعے کو اپنی فکر کا موضوع بنایا ہے اس میں قرآن وحدیث کا یہ حکم ہے اور خود حضور اکرم ﷺ نے عرش کا دروازہ نہیں کھولا بلکہ عرش پر موجود انبیاے کرام علیہم السلام نے کھولا اور آپ ﷺ کا خیر مقدم فرمایا۔ جہاں تک عرش

پرتالا کھولنے کی بات ہے تو اس بات کا ذکر یا ثبوت حدیث پاک میں صراحتاً نہیں فرمایا گیا ہے۔ مگر جہاں تک عرش کے دروازے کے بند ہونے کی بات ہے تو اس سلسلے میں باقاعدہ صراحت کے ساتھ حدیث پاک کے الفاظ موجود ہیں۔ جناب عزیز احسن صاحب کے مطالعے میں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''معراج النبی ﷺ'' آچکی ہے۔ جس میں معراج اور واقعات معراج سے متعلق تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور معراج مصطفی ﷺ پر کیے گئے تمام طرح کے اعتراضات شکوک وشبہات کے جوابات مدلل انداز میں دیے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی اسی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' میں صفحہ ۱۲۱ پر اس کا حوالہ بھی قلم بند کیا ہے۔ جناب عزیز احسن صاحب کو واضح طور پر لکھنا چاہیے تھا کہ عرش پر تالے نہیں بند تھے بلکہ خود عرش کے دروازے بند تھے اور جب جس آسمان پر سرکار دوعالم ﷺ تشریف لے گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا تو باقاعدہ وہاں پر موجود نبی نے حضرت جبریل سے پوچھا کہ آپ کون اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ اس پر حضرت جبریل نے عرض کیا کہ میں جبریل اور میرے ساتھ حضرت نبی اکرم محمد مصطفی ﷺ ہیں ان کو معراج کے لیے بلایا گیا ہے۔ فوراً انبیائے کرام علیہم السلام نے دروازہ کھولا اور حضور اکرم ﷺ کو معراج میں بلائے جانے پر مبارک باد پیش کی۔

جناب عزیز احسن صاحب نے اس شعر میں مستعمل فقرہ ''عرش کے وارث'' کی توضیح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: عرش کا وارث اگر ان ہی معنی میں استعمال ہوا ہے جن معنی میں ''تخت کا وارث یا'' ولی عہد'' ہوتا ہے تو یہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے۔ کیوں کہ وارث کو تو تخت کسی کی موت کے بعد ملتا ہے۔ شاعر موصوف نے یقیناً ایسے نہیں سوچا ہوگا لیکن شعر کا لہجہ یہی ظاہر کرتا ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق ہر شے کا وارث اللہ ہے۔

محترم! عزیز احسن صاحب کی توضیح پڑھ کر مجھے گونا گوں حیرت ہوئی کہ وہ ایک نعت گو شاعر کے کلام کا ناقدانہ جائزہ لینے بیٹھے ہیں یا کچھ اور، ظاہری بات ہے جب بھی کسی شعر کی توضیح وتشریح کی جاتی ہے یا اس کا ناقدانہ جائزہ لیا جاتا ہے تو اس کے ممکنہ معانی

ومطالب پر نظر ہوتی ہے اور پھر ان ممکنہ معانی ومطالب سے مفاہیم متعین کیے جاتے ہیں جس سے شعر کی جولانیت کا اندازہ ہو اور اس کی سچی تصویر ابھر کر سامنے آسکے اگر ہم ہر لفظ کو اس کے حقیقی معنی ہی پر محمول و منطبق کریں گے، پھر تو ہم کسی بھی کلام کا ناقدانہ جائزہ لے چکے اور اس کی قدریں متعین کر چکے۔

اگر ہم قرآنِ پاک کی آیتِ کریمہ۔ید اللہ فوق ایدیھم۔کا لفظی ترجمہ کریں تو اس کا ترجمہ بتائے گا کہ اللہ جل مجدہ کے لیے ہاتھ ہے جب کہ عقیدۂ اسلامی اس کے برخلاف ہے۔اللہ تعالیٰ تمام طرح کے جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔

اسی طرح جناب عزیز احسن صاحب نے اپنی اسی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' ہی میں تقریباً دو مقام پر ایک ہی واقعہ کو نقل فرمایا ہے، چنانچہ صفحہ ۷۲۔۷۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تذکرہ اکثر نعت نگاروں نے کیا ہے اور کیوں نہ ہو جب خود رسول اللہ ﷺ نے اس ذکر کو پسند فرمایا ہے۔ایک شادی کے موقع پر کچھ لڑکیاں دف بجا کر شہدائے بدر کی شجاعت کا نغمہ گا رہی تھیں۔ایک لڑکی نے گرہ لگائی کہ ہم میں ایسا نبی موجود ہے جو کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتا ہے۔رسول گرامی وقار ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات مت کہہ اور جو تو پہلے کہتی تھی وہی کہہ۔'' اس روایت سے جہاں بعض شرعی نکات مستنبط ہوئے ہیں وہیں صحابہ کرام کے تذکرے سے آپ کی خوشنودی بھی ظاہر ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ راست فکر رکھنے والے تمام نعت گو شعرا نے مدحِ مصطفیٰ میں مناقب، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی شامل رکھا ہے۔ص ۱۰۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''من سیوف اللہ...... کرلو'' (بحوالہ حقیقتِ محمد یہ از اختر عالم) اس طرح حضور ﷺ نے اسلامی ادب کو مقامیت سے آفاقیت کی راہ پر ڈال دیا اور شعر و سخن کا قبلہ درست فرما دیا۔صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک جگہ کچھ لڑکیاں دف بجا کر بدر کے کچھ شہدا کی شجاعت بیان کر رہی تھیں۔ایک لڑکی نے کہا: ''ہم میں ایسا نبی ہے جو کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات مت کہہ اور جو

تو پہلے کہتی تھی وہی کہہ۔ قالت احدهن وفينانبی يعلم مافی غدفقال دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولين۔ "(مشکوۃ جلد دوم، باب اعلان النکاح)۔(۵۵)

محترم عزیز احسن صاحب نے مذکورہ واقعے کو دونوں مقامات پر خلط مبحث کے طور پر نقل فرمایا ہے جس موضوع پر وہ گفتگو فرما رہے تھے اس سے اس واقعے کا کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے۔ مذکورہ واقعے میں چوں کہ ایک ایسے لفظ کا استعمال فرمایا گیا ہے جس سے علم غیب مصطفیٰ پر روشنی پڑتی ہے اور پھر قول مصطفیٰ کے ذریعے ہی اس سے منا ہی بھی فرمائی گئی ہے۔ جو عصرِ حاضر میں ایک مخصوص گروپ کا عقیدۂ خاص ہے۔ شاید کہ اسی سے شرسار ہو کر جناب عزیز احسن صاحب نے خلت مبحث کے طور پر دو دو مقامات پر مذکورہ واقعہ کو نقل فرمایا ہے اور صفحہ ۳۷ پر بڑی ہی احتیاط سے صرف اتنا ہی تحریر فرمایا ہے کہ "اس روایت سے جہاں بعض شرعی نکات مستنبط ہوتے ہیں وہیں صحابہ کرام کے تذکرے سے آپ کی خوشنودی بھی ظاہر ہوتی ہے۔" مگر انہوں نے ان شرعی نکات کا خلاصہ نہیں فرمایا۔

محترم! عزیز احسن صاحب سے میں صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ یعلم مافی غد کا لفظ یا عقیدہ اگر اتنا ہی معیوب ہوتا تو شاعرِ دربارِ رسالت جناب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطعاً اپنے نعتیہ کلام میں اس لفظ کا استعمال نہ فرماتے۔ چناں چہ وہ رقم طراز ہیں:

نبی يری مالا يری الناس حوله
ويتلو كتاب الله فی كل مسجد
وان قال فی يوم مقالة غائب
فتصديقها فی اليوم او فی ضحی الغد

ترجمہ: نبی کریم ﷺ ان تمام چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جن کو عام انسان اپنے گرد و پیش میں بھی نہیں دیکھ پاتے۔

اگر غیب کے متعلق کسی شخص نے کبھی سوال کیا تو اس کی خبر یا تو اسی دن دے دی

یا دوسرے دن صبح کے وقت۔ (۵۶)

تاریخ نعت گوئی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ ہے وہ جناب عزیز احسن صاحب بھی جانتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے جن کے لیے دعائیں فرمائی ہوں، جن کی تائید میں حضرت جبریل امین لگے رہے ہوں، جن کے لیے مسجد نبوی شریف میں منبر بچھایا گیا ہو، جن کے نعتیہ کلام کو حضرت نبی اکرم ﷺ نے براہ راست سماعت فرمایا ہو اگر یعلم مافی غد کا عقیدہ اتنا ہی معیوب ہوتا تو جس طرح آپ نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ کی اصلاح فرمائی تھی۔ اسی طریقہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اصلاح فرماتے۔ شادی کے موقع پر آپ نے کیوں ان لڑکیوں کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "یہ بات مت کہو، جو پہلے کہتی تھی وہی کہو۔" اس کا پس منظر کچھ اور ہی ہے جناب عزیز احسن صاحب کو اس کا پس منظر جاننے کے لیے شارحین حدیث کی جانب رجوع کرنا چاہیے نہ کہ غلط توضیح و تشریح اور بے جا تنقید کرنا چاہیے۔

الحاصل جس طرح نعت گوئی کے لیے سیرت رسول اکرم ﷺ قرآن واحادیث اور عربی، فارسی کے مستند متقدمین نعت گو شعرا کے کلام کا علم اور مطالعہ ضروری ہے۔ ٹھیک اسی طرح نعتیہ ادب کے تنقید نگار کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ جس شعر کی توضیح و تشریح یا تنقید پر قلم اُٹھانے جا رہا ہے اس کے بارے میں قرآن واحادیث، مفسرین و محدثین، سیرت نگار اور متقدمین نعت گو شعرا کے اقوال وارشاد کو پیش نظر رکھ کر ہی اپنا موقف واضح کرے۔ میرے اپنے خیال میں اگر اس طرح تنقید نعت کا کام کیا جائے گا تو یقیناً نعت کی سمتیں اور جہتیں روشن ہوں گی۔ لیکن اگر من مانی طور پر تنقید نعت کا کام کیا گیا تو لازمی طور پر مشکلات در پیش آئیں گی۔ اور پھر تنقید نعت کا مقصد کبھی بھی نہیں پورا ہو سکے گا۔

ماخذ و مراجع

۱ لغات کشوری۔ مولوی سید تصدق حسین رضوی۔ دار الاشاعت اردو بازار کراچی صفحہ ۵۰۷

۲ درسی اردو لغت۔ مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد پاکستان صفحہ ۱۳۴۴
۳ فرہنگ عامرہ۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد پاکستان صفحہ ۶۴۴
۴ ذوق نعت۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۴۱/۴۲
۵ ذوق نعت: مولانا حسن رضا خاں بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۴۲
۶ ذوق نعت: مولانا حسن رضا خاں بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۴۴
۷ ذوق نعت: مولانا حسن رضا خاں بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۴۴/۴۵
۸ حدائق بخشش۔ مولانا احمد رضا بریلوی رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۵
۹ حدائق بخشش۔ مولانا احمد رضا بریلوی رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۱۷
۱۰ حدائق بخشش۔ مولانا احمد رضا بریلوی رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۶
۱۱ ذوق نعت: مولانا حسن رضا خاں بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۱۲۱
۱۲ دیوان تاج الفحول۔ مولانا عبد القادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی۔ بدایوں ۴۳
۱۳ حدائق بخشش۔ مولانا احمد رضا بریلوی رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۱۷
۱۴ ذوق نعت۔ مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۱۰۸
۱۵ حدائق بخشش۔ مولانا احمد رضا بریلوی رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۴
۱۶ حدائق بخشش۔ مولانا احمد رضا بریلوی رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۹
۱۷ ذوق نعت۔ مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۱۲۱
۱۸ دیوان تاج الفحول۔ مولانا عبد القادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۰۱
۱۹ دیوان تاج الفحول۔ مولانا عبد القادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۰۳
۲۰ دیوان تاج الفحول۔ مولانا عبد القادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۱۲
۲۱ ذوق نعت مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۱۲۱/۱۲۲
۲۲ دیوان تاج الفحول۔ مولانا عبد القادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی۔ بدایوں صفحہ ۱۱۰
۲۳ دیوان تاج الفحول۔ مولانا عبد القادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۱۵

۲۴ ذوق نعت: مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۱۲۱
۲۵ ذوق نعت: مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۱۷۸
۲۶ دیوان تاج الفحول: مولانا عبدالقادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۰۲
۲۷ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۳۵
۲۸ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۴۹
۲۹ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۶۲
۳۰ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۶۲
۳۱ بہار شریعت اول: صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی المجمع المصباحی مبارکپور صفحہ ۳۶
۳۲ دیوان تاج الفحول: مولانا عبدالقادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۰۲
۳۳ دیوان تاج الفحول: مولانا عبدالقادر بدایونی تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۰۳
۳۴ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۵۰
۳۵ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۶۲
۳۶ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۷۷
۳۷ دیوان تاج الفحول: مولانا عبدالقادر بدایونی۔ تاج الفحول اکیڈمی بدایوں صفحہ ۱۰۳
۳۸ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۷۰
۳۹ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۷۲
۴۰ قبالۂ بخشش: مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضا اسلامک مشن بریلی صفحہ ۷۵
۴۱ اردو میں حمد و مناجات۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط فضلی سنز لمیٹڈ کراچی صفحہ ۸
۴۲ اردو میں حمد و مناجات۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط فضلی سنز لمیٹڈ کراچی صفحہ ۸
۴۳ ذوق نعت: مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۸/۹
۴۴ ذوق نعت: مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد صفحہ ۴۷/۵۱
۴۵ ماہ نامہ ''کنز الایمان'' شمارہ اپریل ۲۰۰۴ء جامع مسجد دہلی ص ۲۹۔۳۰

۴۶ مجلہ "نعت رنگ" شمارہ نمبر ۱۳، اقلیم نعت، کراچی، ص ۲۲۷

۴۷ "انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ" مولانا احمد رضا بریلوی، ناشر الحاج احمد عمر ڈوسا، بمبئی، صفحہ ۱۲۸۔۱۳۹

۴۸ مجلہ "نعت رنگ" شمارہ نمبر ۱۴، اقلیم نعت، کراچی، صفحہ ۱۲۵

۴۹ مجلہ "نعت رنگ" شمارہ نمبر ۱۴، اقلیم نعت، کراچی، صفحہ ۲۱۷

۵۰ حدائق بخشش: حصہ اول امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی، بمبئی، صفحہ ۱۱۱

۵۱ مجلہ "نعت رنگ" شمارہ نمبر ۱۴، اقلیم نعت، کراچی، صفحہ ۳۱

۵۲ فتاوی رضویہ: جلد ششم، امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی، بمبئی صفحہ ۱۰۸

۵۳ نعت کی تخلیقی سچائیاں: عزیز احسن، ادارہ اقلیم نعت، کراچی صفحہ ۳۶

۵۴ نزہت القاری شرح بخاری: جلد نمبر ۷، حضرت مفتی شریف الحق امجدی، دائرۃ البرکات، گھوسی اعظم گڑھ، صفحہ ۲۱۹

۵۵ نعت کی تخلیقی سچائیاں: عزیز احسن، ادارہ اقلیم نعت، کراچی صفحہ ۱۱۰

۵۶ نعتیہ ادب ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ: جز اول، ڈاکٹر شریف احمد خاں، ریسرچ اسکالر، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد، صفحہ ۸۲

مطبوعہ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۶ء نعت ریسرچ سنٹر کراچی صفحہ ۱۶۵/۱۷۷

☆☆☆☆

☆☆☆

☆☆

☆

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شاعری کا پس منظر

ہر شاعر کی فکری تگ و تاز کا ایک منظر اور پس منظر ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے ماحول اور گرد و پیش میں جو چیزیں دیکھتا اور ملاحظہ کرتا ہے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا چنانچہ پروفیسر شریف الجاہد تحریر فرماتے ہیں:

"اقبال کا خیال تھا کہ ایک قوم میں شاعر کا کردار وہی ہوتا ہے جو جسم میں آنکھ کا ہوتا ہے۔ یہاں آنکھ ایک استعارہ ہے۔ جو حالات و کوائف کو بغور دیکھنے اور سمجھنے کا ایک بلیغ اشارہ ہے"

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ (۱)

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

"جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ شاعر اپنی قوم کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے اور اس کی شاعری اس کے اپنے عہد کے نظریات و خیالات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ خیالات و نظریات میں تبدیلی کے ساتھ اسلوب کے سانچے بھی بدلتے ہیں۔ لفظیات اور استعاروں کے نئے نئے گوشے کھلتے ہیں۔ چنانچہ اقبال کی شاعری میں بھی ارتقائی عمل جاری رہا۔ پہلے دور میں وہ مناظرِ فطرت اور ہندوستان کی شان و شوکت کے گن گاتے تھے لیکن اب ان کی شاعری اسلام اور مسلمانوں کے جاہ و جلال اور دبدبے کے ساتھ اسلامی تصورِ حیات و کائنات کی فکر انگیز تفسیر بن کر ابھری۔ ماضی میں ان کی شاعری ہندوستانیوں کو قومی بیداری سے ہم کنار کرنے کا ایک موثر ذریعہ تھی۔ لیکن اب وہ تمام عالم اسلام کو خود آگہی سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ عظمتِ رفتہ کی بازیافت پر اکسانے کا پرتاثیر وسیلہ بن گئی۔ (۲)

علامہ اقبال مرحوم کا سرمایۂ کلام عہد و زمان کی قیود سے مقید و متاثر نظر آتا ہے۔

دانشوروں نے ان کے کلام کو عہد وزمان میں تقسیم کر کے مطالعہ کیا ہے۔جس سے ان کی ذہنی بالیدگی اور فکری ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے۔مگر جب ہم امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کا مطالعہ گہرائی و گیرائی سے کرتے ہیں تو اول سے آخر تک ہمیں ان کے کلام میں یکسانیت وہم آہنگی نظر آتی ہے۔ان کے کلام کو عہد وزمان کی قیود سے مقید نہیں کیا جاسکتا۔ان کا کلام عہد وزمان کی قیود سے ماوراء ہے۔حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی شاعری اور ان کے افکار وخیالات کو علامہ اقبال مرحوم کے درج ذیل شعر کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔وہ فرماتے ہیں ۔

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خزاں لاالہ الا اللہ (۳)

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی لیاقت علمی ان کی شاعری پر اس قدر بھاری ہے کہ اس بات کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ ان کا کون سا کلام ان کے ابتدائی دور کا ہے اور کون سا آخری دور کا۔

جب کہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا مزاج،ان کا طبعی رجحان شعروشاعری کی جانب بالکل ہی نہیں تھا۔خود اس بات کا اعلان انہوں نے واضح انداز میں فرمایا ہے چنانچہ وہ ایک رباعی میں فرماتے ہیں۔(۴)

پیشہ مرا شاعری نہ دعوٰی مجھ کو

ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو

مولٰی کی ثنا میں حکم مولٰی کا خلاف

لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کا طبعی رجحان شعروشاعری کی جانب نہیں تھا تو کن علوم وفنون میں ان کی دلچسپی تھی۔چنانچہ وہ خود ہی اپنے طبعی رجحانات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے وہ فنون جن کے ساتھ مجھے پوری دلچسپی حاصل ہے جن کی محبت،عشق وشیفتگی

کی حد تک نصیب ہوئی ہے وہ تین ہیں اور تینوں بہت اچھے ہیں:

(۱) سب سے پہلا سب سے بہتر سب سے اعلیٰ سب سے قیمتی فن یہ ہے کہ رسولوں کے سردار صلوات اللہ وسلام علیہم اجمعین کی جناب پاک کی حمایت کے لیے اس وقت کمربستہ ہو جاتا ہوں جب کوئی کمینہ وہاں گستاخانہ کلام کے ساتھ آپ کی شان میں زبان دارز کرتا ہے میرے پروردگار نے اسے قبول فرمالیا تو میرے لیے کافی ہے مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا کیوں کہ اس کا ارشاد ہے میرا بندہ میری بابت جو گمان رکھتا ہے میں اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں۔

(۲) پھر دوسرے نمبر پر وہابیوں کے علاوہ تمام بدعتیوں کے عقائدِ باطلہ کا رد کر کے انہیں گزند پہنچاتا رہتا ہوں جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

(۳) پھر تیسرے نمبر پر بقدرِ طاقت مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ تحریر کرتا ہوں وہ مذہب جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی۔ تو یہ تینوں میری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں پر میرا بھروسہ ہے۔" (۵)

چنانچہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے انہیں مشاغل کا ذکر اختصار کے ساتھ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یوں تو محدث بریلوی کے مشاغل علمیہ کثیر تھے مگر انہوں نے خود بطور خاص مندرجہ ذیل تین مشاغل کا ذکر کیا ہے۔

(۱) حضور ﷺ کی حمایت وتائید۔

(۲) مبتدین کی اصلاح اور بدعات کا استحصال۔

(۳) مذہب حنفیہ کے مطابق فتوؤں کا اجراء۔ (۶)

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ آپ کے فرمودہ ارشادات کی ہی روشنی میں کیا جانا چاہیے۔ یقیناً شعر و شاعری سے آپ کو کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا جیسا کہ اس کے حوالے سے آپ کی ایک رباعی نقل کی جاچکی ہے۔

لیکن اس کے باوجود آپ نے شعرو شاعری کے حوالے سے لکھا ہے اور خوب لکھا ہے جیسا کہ اس بات کے ثبوت میں آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' دو حصص، ''الاستمداد'' اور عربی دیوان ''بساتین الغفران'' وغیرہا کتابیں شاہد عادل ہیں۔ آپ ایک لمحے کے لیے سوچ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو آپ یہ فرما رہے ہیں کہ میرا پیشہ شعرو شاعری نہیں اور دوسری طرف وہ ایک بھاری بھرکم شاعر کی حیثیت سے سرمایۂ کلام بھی رکھتے ہیں تو اس کا جواب انہوں نے خود ہی اپنی اسی رباعی میں دیا ہے کہ میں نے جو یہ سخن طرازی کا عمل اختیار کیا ہے اس کی دو وجہیں ہیں اولاً شریعت کی حمایت وطرفداری جس میں ان کا اشارہ اس بات کی جانب بھی ہے ہوسکتا ہے کہ لوگوں نے مجھ سے اردو اور فارسی نظم میں استفتے طلب کیے اور میں نے ان کے جوابات ان کو اردو اور فارسی نظم ہی میں دیئے اور ان فتاویٰ جات کی خوبی یہ ہے کہ ان میں فقہ کی اعلیٰ کتابوں کے حوالوں کا بھی اہتمام ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی مدح وثنا ان کی نعت پاک میں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کی ہے ایسا نہیں کہ میں نے سرکار دوعالم ﷺ کے مقام ومرتبے کو گھٹا بڑھا دیا ہو۔ جیسا کہ بعض شعراء اس راہ میں افراط وتفریط کے شکار ہوگئے۔ اور انہوں نے اپنے اس موقوف کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نعتِ پاک کی رقم طرازی میں افراط وتفریط کے عمل کو ایسا ہی معیوب سمجھتا ہوں جیسا کہ ایک طباخ، (باورچی) بادام کے حلوے میں لہسن کو ملانا معیوب سمجھتا ہے۔

اور پھر نعت گوئی کی اپنی اس روش سے اس قدر خوش وخرم نظر آتے ہیں کہ کچھ مت پوچھئے چنانچہ ایک دوسری رباعی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ (۷)

جب کہ وہ اس راہ کی سنگلاخی وشکستہ پائی سے بھی اچھی طرح واقف تھے چنانچہ اپنے نعتیہ کلام میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں ۔

جو کہے شعرو پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں (۸)

شعر گوئی کے حوالے سے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا موقف واضح ہو چکا کہ انہوں نے سخن طرازی یا شعر گوئی شریعت کی حمایت وطرفداری اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی مدح وثنا کے لیے ہی اختیار فرمایا تھا نہ کہ اس کے پیچھے ان کا کوئی اور مقصد تھا۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت نبیٔ اکرم ﷺ کی مدح وثنا آپ کی نعت گوئی کے لیے اگر کسی رہبر ورہنمائی کی حاجت ہو تو اس راہ میں غالبؔ، اقبالؔ، میر تقی میرؔ کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم کی پیروی کافی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے نعت گوئی کے لیے عربی نعت گو شعراء میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نقش پا کی اتباع کو ہی کیوں کافی قرار دیا ہے۔ جب کہ ہمارے پاس مشاہیر نعت گو صحابۂ کرام، جیسے حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت مولیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ تک کے نعتیہ کلام وافر مقدار میں موجود ہیں۔ میرے اپنے خیال میں اس کی واحد وجہ ان دونوں حضرات کی فکر ان کی سوچ میں یکسانیت وہم آہنگی کا پایا جانا ہے اور وہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا اور دشمنانِ رسول کی تذلیل۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری کا پس منظر سمجھنے سے قبل ہمیں شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کے پس منظر کو سمجھنا ہوگا چونکہ اسلام کی نظر میں شعروشاعری کوئی اچھی چیز نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے

محبوب اعظم ﷺ کی عظمت شان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ" (اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن)۔ (کنز الایمان)

جس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ جو صحابۂ کرام دورِ جاہلیت سے شعر و شاعری سے شغف رکھتے تھے وہ اس سے بیزار ہو گئے چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ایک شاعر لبید بن ربیعہ عامری ہے ان کی کنیت ابو عقیل ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے حضور آئے اور اپنے "مذموم" بنو جعفر بن کلاب بن ربیعہ عامری بن صعصہ کا رد کیا اور اسلام لائے اور ان کا اسلام حسن ہوا۔ وہ فارس کے شجاع، عمدہ و بہترین شاعر اور شریف تھے جاہلیت اور اسلام میں شعر کہے زمانہ جاہلیت میں بہت شعر کہتے تھے جب اسلام لائے تو شعر گوئی ترک کر دی ظاہر ہے بہت کم شعر کہنا مراد ہو گا۔(۹)

دورِ جاہلیت کی شاعری پر ناقدانہ نظر رکھنے والے مشہور نقاد صمعی تحریر فرماتے ہیں:

"شعر کی ماہیت میں دشواری اور سختی ہے اور اس کا دروازہ شر اور برائی ہے جب خیر و فلاح میں داخل ہوتا ہے تو کمزور اور ضعیف ہو جاتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ وہ زمانہ جاہلیت میں ایک زبردست قادر الکلام شاعر تھے مگر جب اسلام لائے تو ان کے کلام میں انحطاطی کیفیت طاری ہو گئی۔"(۱۰)

مگر کفر ہمیشہ اسلام کا حریف رہا اس نے ہمیشہ اسلام پر غلبہ پانے کے لیے نت نئے آلاتِ حرب اور ہتھکنڈوں کا استعمال کیا اور اسلام کو زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ انہی آلاتِ حرب اور ہتھکنڈوں میں کفارِ مکہ نے شعر و شاعری کو بھی استعمال کیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے آزما لیا کہ میرے رسول کے صحابۂ کرام ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہیں تو ان کی ہمت افزائی اور پذیرائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" تو یک لخت صحابۂ کرام کی جان میں جان آ گئی اور پھر کیا تھا نعتِ مصطفیٰ ﷺ کا ایسا غلغلہ

اٹھا کہ آج تک ہمارے کانوں میں رس گھول رہا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی نعت گوئی کے لیے ایسی توانائی عطا فرما رہا ہے جس کا مقابلہ کوئی دوسری طاقت کر ہی نہیں سکتی۔ چونکہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کے پس منظر کو سمجھنے کے لیے ہمیں سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کے پس منظر کو سمجھنا ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کا پس منظر کیا ہے؟ تو آیئے ملاحظہ کریں۔ نعت گو صحابۂ کرام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے مسجد نبوی شریف میں آپ کے لیے منبر رکھوایا۔ کفار و مشرکین کے ہجویہ اشعار کے جواب دینے پر آپ کو ایک لمحے میں جنت کی بشارت دی۔ آپ کی دعا کی برکت سے حضرت جبریل امین آپ کی تائید و حمایت میں لگے رہے، یہ سب وہ اوصاف حمیدہ و جلیلہ ہیں جو دیگر نعت گو صحابۂ کرام کو حاصل نہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ کسی مسلمان نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ آپ ہم مسلمانوں کی جانب سے ان لوگوں کی مذمت کیجیے جو مسلمانوں کی ہجو کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں تو میں ایسا کروں۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ نے سنی فرمایا علی اس کام کے لائق نہیں ہیں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں اور نہ علی مرتضیٰ اس بات کو چاہیں گے جو تم ان سے چاہتے ہو، اس کے بعد فرمایا کون ہے جو مسلمانوں کی مدافعت کرے جس نے اپنے ہتھیاروں سے خدا کے رسول کی مدد کی ہے وہ اس میدان میں بھی اپنی زبانوں سے مدد کرے۔ اس پر حضرت حسان نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم کس طرح ان کی ہجو اور مذمت کرو گے جب کہ تمہارا نسب ان میں ہے اور میرا نسب بھی ان کے ساتھ ہے اور ان کا نسب مجھ میں داخل ہے۔ اور تم ابوسفیان کی کیسے ہجو اور مذمت کرو گے درآنحالیکہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔ حضرت حسان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں

آپ کو ان میں سے ایسا نکال لوں گا جس طرح آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے رجوع کرو کیوں کہ وہ علم نسب میں تم سے زیادہ عالم ہیں اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے یہاں تک کہ ان کو ان کے نسبوں سے باخبر کیا تو انہوں نے کہنا شروع کیا کہ فلاں سے اپنے کو باز رکھ اور فلاں فلاں کو یاد کر۔ اس کے بعد مشرکوں کی ہجو اور مذمت شروع کر دی۔ جب قریش نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سنے تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ شعر ان کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ ابن ابی قحافہ کی طرف سے ہیں۔ حضرت حسان نے ابوسفیان بن الحارث کی مذمت کی جب ابوسفیان نے ان کے شعر سنے تو کہا کہ یہ ایسا کلام ہے جس سے ابن ابی قحافہ غائب نہیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تا کہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ کی مدحت بیان کریں۔ اور آپ کے دشمنوں کی ہجو اور مذمت کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''اِنَّ اللّٰہ یُؤَیِّدُ حَسَّاناً بِرُوحِ الْقُدُسِ مَادَام ینافح عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہ'' بے شک اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کرتا ہے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دشمنوں کی ہجو کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ''یفاخر'' یعنی حضور ﷺ کا فخر بیان کرتے ہیں آیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر تیر کے آنے اور اس کے چبھنے سے زیادہ سخت ہے۔ اور فرمایا کہ حق تبارک وتعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت وقدرت بخشے اسے چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں کی ہجو و مذمت میں کوتاہی نہ کرے اس لیے کہ سب سے بہترین عمل یہی ہے۔ اہل سیر بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کام یہی تھا کہ وہ مشرکوں کی وقائع وایام اور مآثر میں معارضہ کرتے اور ان کی مذمت کرتے تھے اور ان کی قباحتوں اور ان کی برائیوں کو بیان کر کے انہیں یاد دلاتے تھے۔ (۱۱)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ اور آپ کے سرمایۂ کلام کے مطالعے سے ہمیں دو چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ اولاً دشمنانِ دین کی مذمت اور ہجو دوسرے حضور اکرم ﷺ کی مدح وثنا ان کے اوصاف جمیلہ وجلیلہ کا ذکر اور یہی دونوں چیزیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کا پس منظر ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت نبیٔ اکرم علیہ ﷺ کفار ومشرکین کے ان افعالِ شنیعہ کو درگزر فرماتے رہے جن کا تعلق اعضائے جسمانی سے تھا جیسے گالی دینا، جسم اقدس پر کوڑا کرکٹ پھینکنا، پتھر مار کر لہولہان کر دینا جب کہ نبوت کی تذلیل کا یہ بھی ایک پہلو ہے اور اہم پہلو ہے۔ مگر پھر بھی آقائے محترم علیہ ﷺ تحمل وبردباری کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ان کے اس مذموم فعل کو درگزر فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے رشد وہدایت کی دعائیں فرماتے رہے۔ مگر جب کفار مکہ نے دیکھا کہ اس طرح ان کی تذلیل کر کے ان کے مشن کو ناکام نہیں بنایا جا سکتا تو ان لوگوں نے ابلاغ عامہ کا سہارا لیا۔ اور اس وقت خطۂ عرب میں شعر وشاعری ابلاغ عامہ کے اعلیٰ منصب پر فائز تھی۔ ایسی صورت میں آپ ﷺ کی وہ صفتِ کاملہ بھی جاگ اٹھی جس کے بارے میں قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ" محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں۔ (۱۲)

آپ نے اپنے صحابۂ کرام کو اکٹھا فرما کر اعلان فرمایا "مَنْ یُّنْجِنِی اعراض المسلمین" کون مسلمانوں کی ناموس کی محافظت کے لیے تیار ہے۔ یہ سن صحابۂ کرام کا ایمانی جذبہ جوش مارنے لگا اس وقت جتنے بھی صحابۂ کرام شعر وشاعری سے ہم رشتہ تھے سب نے بیک زبان ہو کر لبیک کہا انھیں صحابۂ کرام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کا پس منظر وہی ہے جو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کا ہے۔ جس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی حمایت وطرفداری، مدح وثنا اور

دشمنوں کی ہرزہ سرائی کے جواب کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ بالکل اسی طرح امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے آپ کو ثنائے سرورِ انبیاء، نعتِ مصطفیٰ ﷺ اور فرقہ باطلہ کی تذلیل وتکفیر کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ جیسا کہ اس بات کا ذکر ان کے طبعی افتاد اور ذہنی رجحانات کے تحت پیچھے آچکا ہے چنانچہ وہ اپنی ایک نعت پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ان کے نام پاک پر دل وجان ومال
نجد یا سب تج دیا پھر تجھ کو کیا (۱۳)

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں (۱۴)

چونکہ دشمنانِ دین ہمیشہ ہر عہد وزمان میں اسلام کو نت نئے آلاتِ حرب اور پینتروں سے زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ یہ اور بات تھی کہ ان کو کامیابی کبھی بھی کسی عہد میں نہ ملی مگر وہ اپنی چال بازی اور جعل سازی کے عمل سے پیچھے نہیں رہے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے عہد میں بھی دشمنانِ دین نے طرح طرح کے پینترے بدلے اور دین کی سچی تصویر کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش میں سرگرداں رہے۔ مگر اللہ جل مجدہٗ نے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو وہ ذہن رسا اور فراستِ ایمانی عطا فرمایا تھا کہ وہ دشمنوں کی ہر چال کو بھانپ جاتے تھے اور فوراً ہی آپ کا قلم اس کے دفاع اور تدارک کے لیے حرکت میں آجاتا تھا۔ ان کے عہد میں جو تحریکیں اٹھیں چاہے وہ غلام احمد قادیانی کی تحریک ہو، چاہے وہابی تحریک ہو، چاہے وہ سیاسی تحریکات ہوں ہوا یا جس بھی فتنے نے سر ابھارا آپ نے اس کا قلع قمع کر کے رکھ دیا تبھی تو تحدیثِ نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں: (۱۵)

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں (۱۵)

حضرت امام احمد رضای فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کے مطالعے سے دو رخ ابھر کر سامنے آتے ہیں اول مدحِ مصطفیٰ ﷺ اور دوسرے دشمنانِ دین کی خبر گیری ان کی ہر

زہ سرائی کا جواب۔ میں یہاں پر مدحِ مصطفےٰ ﷺ کے پہلو سے صرف نظر کرتے ہوئے دشمنانِ دین کی ہجوان کی مذمت کے پہلو کو روشن کرنا چاہتا ہوں اس لیے کہ مدحِ مصطفیٰ کے پہلو پر دانشوروں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ دشمنانِ دین کی مذمت اور ان کی ہرزہ سرائی کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مایۂ ناز تصنیف ''مدارج النبوت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور فرمایا حق تبارک وتعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت وقدرت بخشے اسے چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں کی مذمت میں کوتاہی نہ کرے اس لیے کہ سب سے بہترین عمل یہی ہے۔'' (۱۶)

ملاحظہ ہو حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے کلام سے ان اشعار کا ایک انتخاب جو دشمنانِ دین اور گستاخانِ رسول ﷺ کی ہجو و مذمت میں ہیں ؎

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی
سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی
ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی
نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی (۱۷)
کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی؟ ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں (۱۸)

مؤمن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے (۱۹)

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولی کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے (۲۰)

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے (۲۱)

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

ساتھ لے لو مجھے میں مجرم ہوں
راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے (۲۲)

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جابجا تھانے والے (۲۳)

سنیو! ان سے مدد مانگے جاؤ
پڑے بکتے رہیں بکنے والے (۲۴)

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے (۲۵)

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کی عادت کیجیے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجیے

کیجیے چرچا انہیں کا صبح وشام
جانِ کافر پر قیامت کیجیے

آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ
ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجیے

بیٹھتے اٹھتے حضور پاک سے
التجاء واستعانت کیجیے

یارسول اللہ دہائی آپ کی
گوشمال اہل بدعت کیجیے (۲۶)

بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم ☆ نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے
تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف ☆ کافر ادھر کی ہے نہ اُدھر کی، ادھر کی ہے
حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں ☆ مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے
ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو! ☆ واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

بیان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے ☆ حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصری ہے (۲۷)

☆☆☆

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید وذبیح کا

وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

یہ ہے دین کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر

جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سربسر

ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے (۲۸)

☆☆☆

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا ☆ دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے ☆ یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

یا غرض سے چھٹ کے محض ذکر کو ☆ نام پاک ان کا جپا پھر تجھ کو کیا

بے خودی میں سجدۂ در یا طواف ☆ جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

ان کو تملیک ملیک الملک سے ☆ مالک عالم کہا پھر تجھ کو کیا

ان کے نام پاک پر دل، جان ومال ☆ نجدیا سب تجدیا پھر تجھ کو کیا

یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے ☆ اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا

دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب ☆ تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا

لایعوذون آگے ہوگا بھی نہیں ☆ تو الگ ہے دائما پھر تجھ کو کیا

دشت گرد و پیش طیبہ کا ادب ☆ مکہ ساتھا یا سوا پھر تجھ کو کیا

نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی ☆ یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں ☆ ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض ☆ ہم ہیں عبدِ مصطفےٰ پھر تجھ کو کیا

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں ☆ خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا (۲۹)

☆☆☆

مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے ہو وہ سن لیں
جنہیں جنونِ جناں سوئے زاغ لے کے چلے

گلہ نہیں ہے مرید رشید شیطاں سے
کہ اس کے وسعتِ علمی کا لاغ لے کے چلے

ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے
ہر ایک مغبچہ مغ کا ایاغ لے کے چلے

مگر خدا پہ جو دھبہ دروغ کا تھوپا
یہ کس لعین کی غلامی کا داغ لے کے چلے

وقوعِ کذب کے معنی درست اور قدوس
ہیئے کی پھوٹے عجب سبز باغ لے کے چلے

جہاں میں کوئی بھی کافر سا کافر ایسا ہے
کہ اپنے رب پہ سفاہت کا داغ لے کے چلے

پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے

خبیث بہر خبیثہ خبیثہ بہر خبیث
کہ ساتھ جنس کو باز و کلاغ لے کے چلے

جو دین کووں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
کلاغ لے کے چلے یا الاغ لے کے چلے (۳۰)

یوں تو حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کے حوالے سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ آپ کے کلام کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ کیا جا چکا ہے، آپ کے کلام کے ادبی و فنی محاسن اجاگر کیے جا چکے ہیں۔ آپ کے کلام کی شرحیں لکھی جا چکی ہیں مگر اس کے باوجود بھی تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ زیادہ تر لوگوں نے ایک ہی روش اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ ایک ہی مفہوم اور بات کو بار بار دہرایا ہے جب کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش کر کے کچھ نئے گوشوں کو اجاگر کرنا چاہیے۔ راقم نے ۱۹۹۸ء میں ایک مقالہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مجموعۂ کلام "**الاستمداد**" پر قلم بند کیا تھا۔ جو پاکستان میں مجلّہ معارف رضا اور ہندوستان میں ماہنامہ کنز الایمان دہلی میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ جس کو راقم نے امام احمد رضا کے مجموعۂ کلام کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا اور اس میں درج نعتِ پاک کی خوبیوں پر بھرپور روشنی ڈالی تھی۔ آج امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے بہت سے ایسے گوشے ہیں جو ارباب علم و فضل کی توجہ کے طالب ہیں۔ دانشوروں کو ان کی جانب متوجہ ہو کر ان کی خوبیوں کو روشن کرنا چاہیے۔ آج میری فکر کا خصوصی موضوع امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے وہ کلام ہیں جن کو آپ نے دشمنانِ دین کی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں کہے ہیں جیسا کہ اس کے حوالے سے آپ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" سے منتخب اشعار کی اچھی خاصی تعداد پیش کی گئی۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے نعتیہ کلام "حدائق بخشش" حصہ دوم کے آخر میں ایک "**مثنوی رد امثالیہ**" کے نام سے تحریر کی ہے، جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس وقت اس مثنوی کو تحریر فرمایا ہے اس وقت دشمنانِ دین کی یاوہ گوئی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور آپ کا دل درد سے تڑپ رہا تھا ملاحظہ ہو "**مثنوی ردّ امثالیہ**" سے چند اشعار کا انتخاب ۔

گریہ کن بلبلا از رنج و غم
چاک کن اے گل گریباں از الم

ترجمہ: اے بلبل تو جو پھولوں کی رعنائی سے مست و نشاط ہو کر نغمہ سرائی کر رہی ہے تجھے خبر ہے کہ باغ عالم کے یکتا پھول آمنہ کے لال کے ساتھ کیا ہوا۔ لوگوں نے اپنی خواہش

نفسانی کو دین بنالیا ہے۔اور حضور اکرم ﷺ کی ہمسری کا دعوٰی کررہے ہیں:

سنبلا از سینہ برکش آہ سرد
اے قمراز فرط غم شوزردئے زرد

ترجمہ: اے سنبل تو بھی اپنے سینے سے سرد آہ کھینچ تو بھی سوائے رونے کے اور کوئی بات مت کر۔

چہرہ سرخ از اشک خونی ہر گلیست
خوں شوائے غنچہ زمان خندہ نیست

ترجمہ: ہر پھول کا چہرہ اپنے خونیں آنسوؤں کی وجہ سے سرخ ہے تو اے کلی تو بھی سراپا خون ہو جا اب ہنسنے کا زمانہ نہیں ہے۔

پارہ شوائے سینۂ مہ ہم چومن
داغ شوائے لالۂ خونیں کفن

ترجمہ: اے چاند کے سینے تو بھی میرے سینے کی طرح پارہ پارہ ہو جائے خونین کفن پہننے والے لالے تو بھی سراپا داغ بن جا۔

خرمنِ عیشت بسوز اے برق تیز
اے زمیں بر فرقِ خود خاکے بریز

ترجمہ: اے تیز بجلی تو بھی اپنے خرمنِ عیش کو جلاوے اور اے زمین تو بھی اپنے سر پر خاک ڈال اور میری شریک غم ہو جا۔

آفتابا آتش غم بر فروز
شب رسیدائے شمع روشن خوش بسوز

ترجمہ: اے آفتاب تو بھی آتش غم کو اور بھڑکا اور اے شمع روشن رات ہوگئی اب تو اور اچھی طرح جل۔

ہم چوابرائے بجرور گریا بجوش
آسمانا جامۂ ماتم بپوش

ترجمہ: اے سمندر تو بھی ابر کی طرح گریہ وزاری کے طوفان اٹھا اور اے آسمان تو بھی ماتمی لباس پہن لے۔

خشک شو اے قلزم از فرط بکا
جوش زن اے چشمۂ چشم ذکا

ترجمہ: اے سمندر تو روتے روتے خشک ہو جا اور اے سورج تو بھی جوش مار۔

کن ظہور اے مہدیٔ عالی جناب
برزمین آ عیسیٰ گردوں قباب (۳۱)

ترجمہ: اے حضرت امام مہدی علیہ السلام اب آپ کے تشریف لانے کا وقت آ چکا ہے اور اے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے نزولِ اجلال فرمانے کا بھی وقت آ چکا ہے۔ یعنی وہ تمام علامتیں اور نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور تمام وہ خرابیاں زمانے میں پھیل چکی ہیں جن کے پائے جانے پر آپ کی تشریف آوری کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ اس کے بعد حضرت امام احمد رضا اپنے مقصد پر آ گئے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے۔

آں یکے گویاں محمد ﷺ آدمی است
چوں من و در وحی او را برتریست
جز رسالت نیست فرقے درمیاں
من برادر خورد باشم او کلاں (۳۲)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ باطل فرقوں میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہماری ہی طرح ایک آدمی اور بشر ہیں اور ہم پر ان کو وحی کی وجہ سے برتری حاصل ہے۔ یعنی رسالت کے سوا ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے ہم چھوٹے بھائی اور وہ بڑے بھائی (نعوذ باللہ) لہٰذا ہم کو ان کا بڑے بھائی جیسا ادب کرنا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ان فرقہ باطلہ کی خوب خوب خبر لی ہے اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کے پہلو کو روشن کرتے ہوئے آپ نے درج ذیل شعر پر اس مثنوی کو ختم فرما دیا ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے شائع ہونے والی کتب کا تعارف

امام احمد رضا عالم اسلام کی اس واحد شخصیت کا نام ہے جس کے فکروفن، شخصیت وشاعری اور علمی وادبی خدمات پر سب سے زیادہ پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم۔ فل کے مقالے دنیا کی مختلف یونی ورسٹیز میں قلم بند کیے گئے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق امام احمد رضا کی شخصیت پر پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم۔ فل کے لیے اب تک لکھے گئے مقالوں کی تعداد تیس ہے۔ ماہ نامہ ''معارف رضا'' شمارہ اگست ۲۰۰۴ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے ایک اشتہار کے مطابق اس وقت تک امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت پر ۱۶ اسکالرز دنیا کی مختلف جامعات میں ڈاکٹریٹ کے مقالے قلم بند کرنے میں مصروف ہیں۔ خود ہندوستان میں امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے تین جامعات میں ڈاکٹریٹ کے مقالے قلم بند کیے جا چکے ہیں اور تینوں اسکالروں کو ڈگری بھی تفویض ہو چکی ہے۔ سرِ فہرست ڈاکٹر سید جمیل الدین جمیل راٹھوی، اعلیٰ حضرت **محمد احمد رضا خاں اور ان کی نعت گوئی** کے عنوان پر، پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع کی نگرانی میں ہری سنگھ گوڑ یونی ورسٹی، ساگر (مدھیا پردیش) سے ۱۹۹۲ء میں پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھ کر ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ دوسرے راقم الحروف نے **مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ شاعری** پر پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو حلیم مسلم ڈگری کالج کان پور کی نگرانی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ قلم بند کر کے ۱۹۹۵ء میں ڈگری حاصل کی۔ تیسرے اسکالر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ہیں جنہوں نے ''اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' کے عنوان پر پروفیسر وسیم

بریلوی کی نگرانی میں روہیل کھنڈ یونی ورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

ڈاکٹریٹ کے دو مقالے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر پاکستان کی دو جامعات میں زیر تکمیل ہیں۔ پہلا مقالہ سید شاہد علی نورانی کا ہے جو "**الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً**" کے موضوع پر عربی زبان میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے قلم بند کر رہے ہیں۔ دوسرا مقالہ تنظیم الفردوس صاحبہ کا ہے جو کراچی یونی ورسٹی سے ہے "**مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا تاریخی و ادبی جائزہ**" کے موضوع پر قلم بند کر رہی ہیں مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کو بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل چکی ہوگی۔

میرے اپنے خیال میں کسی ایک شخصیت کے صرف ایک موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے پانچ پانچ مقالوں کا لکھا جانا اپنے آپ میں بہت بڑی بات ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ان کے افکار و خیالات، ان کی فکری آگہی، ان کے عشق رسول کا جذبۂ بے کراں قابلِ توجہ ہے کہ اتنا سب کچھ لکھے جانے کے باوجود ان کی ذات پر لکھنے پڑھنے والوں کو تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ آپ ایک لمحے کے لیے سوچ سکتے ہیں کہ جس کی نعتیہ شاعری کے موضوع پر پانچ پانچ ڈاکٹریٹ کے مقالے مختلف جامعات میں قلم بند کیے جا چکے ہوں اس کی شاعرانہ عظمت پر دنیا کے مختلف اخبار و جرائد نے کتنے اسپیشل نمبرز اور خصوصی شمارے شائع کیے ہوئے ہوں گے! اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک بہترین کتب خانہ قائم ہو سکتا ہے۔ اور اگر موضوع اور مضامین کے اعتبار سے جزء بندی کی جائے تو امام احمد رضا کی شخصیت کے حوالے سے بہت بڑا کام ہوگا جس سے دنیا کے پڑھے لکھے لوگوں کو محسوس کرایا جا سکتا ہے۔ کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا علمی و ادبی مقام کیا ہے؟

آر۔ بی مظہری صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر اخبار و جرائد میں شائع ہونے والے مقالات و مضامین کا ایک اشاریہ "**امام احمد رضا دنیائے صحافت میں**" کے موضوع پر قلم بند کیا تھا جسے مرکزی مجلس رضا لاہور نے

۱۹۸۳ء میں شائع کر کے پوری دنیا میں مفت تقسیم کیا تھا جس میں صرف پاک وہند کے اخبار و جرائد ہی کا تذکرہ ہے۔ صرف ایک ماہ نامہ "صوت الشرق" قاہرہ، مصر کا ذکر ہے جب کہ اس عرصے میں دنیائے اسلام کے تمام ممالک میں امام احمد رضا کی شخصیت پر بہت تیز رفتاری سے تحریری کام ہوئے ہیں۔ بہر حال یہ ایک الگ موضوع ہے جس پر کام کرنے کے لیے ایک بہترین اسکالر اور کافی سرمایہ اور وقت درکار ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر شائع ہونے والی کتب جواب تک میرے اپنے مطالعے میں آچکی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے، جن کا تعارفی جائزہ پیش خدمت ہے، ملاحظہ ہو:

ا۔ کلامِ حضرت رضا قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ

یہ کتاب مشہور مصنف و مترجم حضرت علامہ شمس الحق شمس بریلوی کی کاوش ہے۔ یہ تحقیقی و ادبی جائزے کے ساتھ کامل حدائق بخشش پر بھی مشتمل ہے۔ کلام رضا کے ادبی و تحقیقی جائزے کی ضخامت ۲۳۱ رصفحات ہے اور کامل "حدائق بخشش" حصے کی ضخامت ۳۲۰ رصفحات، اس طرح پوری کتاب ۵۵۱ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے جناح روڈ کراچی نے جولائی ۱۹۷۶ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کسی مکتبہ یا ادارہ سے ہوئی یا نہیں، اس کا علم نہ ہوسکا۔ اس کتاب کو مجھے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ کے صدر مرحوم جناب سید ریاست علی قادری نے دوران تحقیق اعانتی کتب کی شکل میں فراہم کیا تھا جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

علامہ شمس بریلوی مرحوم بذات خود ایک عمدہ شاعر تھے۔ اس لیے وہ شعر گوئی کی خوبیوں، اس کی فنی نزاکتوں اور ادبی محاسن سے بخوبی واقف تھے۔ موصوف نے اپنے اس تحقیقی اور ادبی جائزے میں درج ذیل موضوعات کے تحت حضرت رضا بریلوی کی شاعری کا جائزہ لیا ہے:

(۱) حضرت رضا کے تبحر علمی کا اثر ان کی شاعری پر۔

(۲) حضرت رضا کی زبان اور اس کی لطافت و پاکیزگی۔

(۳) طرز ادا کی رنگینی

(۴) مضمون آفرینی۔

(۵) شکوہ الفاظ اور بندشوں کی چستی۔

(۶) کلام رضا اور علم بدیع۔

(۷) فصاحت وبلاغت اور کلام حضرت رضا۔

(۸) حضرت رضا کی شاعری کا داخلی پہلو۔

(۹) اولیات رضا۔

علامہ شمس بریلوی نے اپنے اس ادبی اور تحقیقی جائزے کے ساتھ "حدائق بخشش کامل ، جو حضرت رضا بریلوی کا نعتیہ مجموعہ ہے کو بھی شائع کیا ہے جو خود ان کی اپنی ترتیب وتدوین ہے۔ حضرت علامہ شمس بریلوی نے اپنے اس مرتبہ "حدائق بخشش کامل" سے (رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع شدہ "حدائق بخشش" حصہ اول دوم ۲۵ رصفر المظفر ۱۴۱۸ھ (یکم جولائی ۱۹۹۷ء) کی درج ذیل نعتوں کو خارج کردیا ہے:

(۱) سرور کہوں کہ مالک ومولیٰ کہوں تجھے (حصہ اول صفحہ ۱۰۸)

(۲) دشمن احمد پہ شدت کیجیے (حصہ اول، صفحہ ۱۲۴)

(۳) زعکست ماہِ تاباں آفریدند (حصہ دوم، صفحہ ۲۳)

(۴) خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول (حصہ دوم، صفحہ ۳۶)

(۵) اے شافع تر دامناں اے چارۂ دردِ نہاں (حصہ دوم، صفحہ ۵۵)

(۶) سرسوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا (حصہ دوم، صفحہ ۸۷)

(۷) لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے (حصہ دوم، صفحہ ۹۱)

اور حدائق بخشش، حصہ سوم سے درج ذیل نعت پاک کو داخل کیا ہے۔ مگر اس خروج ودخول کا سبب کیا ہے اس کو حضرت علامہ شمس بریلوی مرحوم نے کتاب کے مقدمے یا حرف آغاز میں کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا ہے۔ جب کہ اس خروج ودخول کے سلسلے میں

حضرت علامہ مرحوم کو واضح طور پر تحریر فرمانا چاہیے تھا جس سے کہ ارباب علم وفضل کو معلوم ہو سکے کہ کن وجوہات کی بنا پر مذکورہ نعت پاک کو خارج کیا گیا ہے اور کن وجوہات کی بنا پر حصہ سوم کی درج ذیل نعتوں کو داخل کیا گیا ہے۔

(۱) مہر ہے مشعلۂ افروز شبستان کس کا (صفحہ ۳)

(۲) گلے سے باہر آسکتا نہیں شور فغاں دل کا (صفحہ ۴)

(۳) جب کہ پیدا شہ انس وجاں ہو گیا (صفحہ ۵)

(۴) عالم ہمہ صورت بھی اگر جاں ہے تو تُو ہے (قطعہ)، صفحہ ۲۷

(۵) کہتا رہا کہ جانب عصیاں نہ آئے دل (صفحہ ۲۹)

(۶) خدا تیرا خدا ہے تو خدا کا پاک بندہ ہے (قطعہ)، (صفحہ ۳)

(۷) رہا نہ شوق بھی کچھ مجھ کو سیر دیواں کا (قطعہ)، (صفحہ ۴۴)

۲۔ تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب

یہ کتاب معروف ادیب وشاعر جناب شاعر لکھنوی کا ایک گراں قدر مقالہ ہے جسے جناب محمد مرید احمد چشتی نے فرمائش کر کے موصوف سے لکھوایا تھا۔ جناب شاعر لکھنوی کے احوال وکوائف کے بارے میں مذکورہ کتاب میں کچھ بھی نہیں ہے (جب کہ کتاب میں مؤلف ومصنف کے بارے میں تذکرے کے طور پر ضرور کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے) اس مقالے کو کتابی شکل میں مرکزی مجلس رضا لاہور نے محرم الحرام ۱۴۰۰ھ (دسمبر ۱۹۷۹ء) میں شائع کیا تھا جو اس کی تیسری اشاعت ہے۔ پہلی اشاعت صفر المظفر ۱۳۹۷ء فروری ۱۹۷۷ء اور دوسری رجب المرجب ۱۳۹۷ھ (جولائی ۱۹۷۷ء) ہے اس کتاب کے شروع میں جناب حضرت علامہ سید نور محمد قادری صاحب کا ایک تعارفی مضمون ہے اس کے بعد مشہور نعت شناس جناب راجا رشید محمود کا ''پیش لفظ'' اور اس کے بعد کتاب کا آغاز۔ کتاب کا آغاز عربی کے مشہور ومعروف نعت گو شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے کیا گیا ہے اس کے بعد عرب کے دیگر نعت گوشعراء کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے مشہور نعت گو حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ بردہ شریف کے ذکر پر اس کو ختم کر یا دیا گیا ہے اور پھر فارسی کی نعتیہ شاعری کا ایک تاریخی جائزہ ہے جو جان محمد قدسی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ نعتِ پاک کے اس شعر پر آکر اختتام پزیر ہو جاتا ہے ۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اس کے بعد اردو کی نعتیہ شاعری کا ایک تاریخی جائزہ ہے جو اس مقالے کی روح ہے ۔اردو کی نعتیہ شاعری کا آغاز ولی دکنی کے اس شعر سے کیا گیا ہے ۔

یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کو لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

اور پھر جناب شاعر لکھنوی صاحب اپنے مطمح نظر حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری کے جائزے پر آگئے ہیں ۔حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کا یہ جائزہ کتاب کے صفحہ ۱۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۰ پر اختتام پذیر ہوتا ہے ۔ جب کہ یہ پوری کتاب ہی ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔

جناب شاعر لکھنوی نے اپنے اس مقالے میں اردو کے ممتاز نعت گو شعرا سے کلام احمد رضاؔ کا موازنہ پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے ، کہ مولانا احمد رضا بریلوی کا کلام ہر اعتبار سے ممتاز و سر خیل ہے ۔شاعر لکھنوی نے اپنے اس مقالے میں نعت گوئی کی حیثیت کا تعین بھی کیا ہے اور اس کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے ۔(۱) وہ نعت جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہوتی ہے ۔(۲) وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہوتی ہے ۔میرے اپنے خیال میں نعت گوئی کی یہ تقسیم مناسب نہیں ۔اس لیے کہ ہر نعت نگار یا نعت گو کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے ۔ وہ یہ کہ جناب رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی کا حصول ۔رہی بات نعتیہ کلام میں اثر و تاثیر کی ،تو نعت گو شاعر کا عشقِ رسول اور علمی تبحر جتنے پایہ کا ہوگا اس کا نعتیہ کلام اتنا ہی پُر تاثیر ہوگا ۔

۳۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری

یہ کتاب ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ کی تصنیف ہے۔ جو کل ۲۸ صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ (ماہر رضویات) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ، سندھ نے قلم بند کیا ہے۔ اس کتاب کا آغاز ملک صاحب نے عربی کی نعتیہ شاعری سے کیا ہے۔ ضمنی طور پر فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری کا ایک اجمالی خاکہ بھی پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وقار اور ان کی عظمت کا تعارف بڑے سلیقے سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ملک صاحب نے ان کی نعتیہ شاعری پر اپنی علمی استعداد کے اعتبار سے خامہ فرسائی کی ہے اور پوری پوری کوشش کی ہے کہ وہ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے نعتیہ افکار وخیالات کو روشن وواضح کرسکیں۔ جس میں وہ اپنے تئیں کامیاب بھی ہیں۔ اس کتاب کی یہ تیسری اشاعت محرم الحرام ۱۳۹۵ھ میں ہوئی ہے۔ اس کو بھی مرکزی مجلس رضا، لاہور ہی نے شائع کیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت صفر المظفر ۱۳۹۳ھ میں ہوئی تھی اور دوسری اشاعت ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ میں۔ اس کتاب کے آخر میں جناب ظہور الدین خاں صاحب نے ان تمام تبصروں اور تاثرات کو یک جا کردیا ہے جو اس کتاب کی پہلی اور دوسری اشاعت کے بعد اخبار وجرائد میں اشاعت پزیر ہوئے تھے۔

۴۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر

یہ کتاب جناب سید نور محمد قادری صاحب کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کو مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے شائع کیا ہے۔ مگر افسوس کہ اس کا اصل نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ اس کتاب کی فوٹو کاپی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے بانی وسابق صدر جناب سید ریاست علی قادری مرحوم نے فراہم کیا تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

پوری کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع کے دس صفحات کا عکس فراہم نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے ان پر کسی طرح کی رائے نہیں دی جاسکتی۔ اصل کتاب کی شروعات صفحہ ۱۲ سے ہوتی ہے۔ جس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کی نعتیہ شاعری اور ان کی علمی عظمت پر مختلف ارباب علم وفضل کے نکتۂ نظر کو جگہ دی گئی ہے۔ صفحہ ۱۵ پر اعلیٰ حضرت کی غزل گوئی کے عنوان سے سرخی قائم کی گئی ہے۔ جس میں اردو کے مشاہیر غزل گو شعرا کے کلام سے امام احمد رضا کے کلام کا موازنہ پیش کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے نعت کے میدان میں غزل کی جو آبیاری کی ہے اور اس کو جو پاکیزگی عطا کی ہے وہ اردو شاعری کے حصے میں نہیں آسکی۔ صفحہ ۲۰ سے اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جس کے شروع میں نعت کے ایک مشکل صنفِ سخن ہونے کی حیثیت سے ارباب علم وفضل کے اقوال واشعار کو نقل کیا گیا ہے۔ ان اقوال واشعار کی روشنی میں کلام امام احمد رضا کے جانچنے پرکھنے کے بعد ثابت کیا گیا ہے کے امام احمد رضا کا کلام بالکل شریعت کی روشنی میں ہے اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہے۔ آگے چل کر جناب سید نور محمد قادری صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے۔ اس کے بعد اس کتاب کا اختتامیہ ہے۔ اختتامیہ پر حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تین عربی اشعار کو تحریر کیا گیا ہے۔ جن کو امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے والد ماجد حکیم محمود خاں دہلوی کی وفات کے موقع پر کہا تھا۔ جو آج بھی ان کی قبر کے سرہانے لگے کتبے پر کندہ ہیں۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو حوالوں سے مزین کیا گیا ہے۔ کوئی بھی بات بغیر حوالے کے نہیں کہی گئی۔ جو ایک بہترین کتاب کی علامت ہے۔ اس کتاب میں بیس حوالہ جاتی کتب ورسائل کا ذکر ہے۔

۵۔ عرفانِ رضا

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان کی امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک ادبی

شاہکار ہے۔ ڈاکٹر اعوان صاحب ایک دیدہ ور دانش ور ہیں جنہوں نے لندن یونیورسٹی سے لسانیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ آپ درجنوں کتابوں کے مصنف اور "ہندکو" کے بہترین شاعر ہیں۔ ڈاکٹر اعوان صاحب کی اس کتاب کے شروع میں ہندوستانی اشاعتی ادارہ المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ کی جانب سے "پیش لفظ" ہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا تاج محمد مظہر صدیقی صابری خطیب جامع مسجد (یکہ توت شریف، پیشاور کے قلم سے ڈاکٹر اعوان صاحب کا ایک مختصر علمی وادبی تعارف ہے۔

اس کتاب کو دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اول بیان اور باب دوم انداز بیان۔ اس کتاب میں جن موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔ فہرست مضامین کے تحت ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) پیش لفظ از المجمع الاسلامی
(۲) تعارف مصنف
(۳) عرفان رضا
(۴) حرف اول
(۵) تاریخ نعت گوئی
(۶) فارسی شعرا کے اشعار نعت
(۷) اردو نعت گوئی
(۸) امام احمد رضا کی نعت گوئی

باب اول : بیان

(۱) عشق رسول
(۲) انتخاب اشعار
(۳) مدح سراپا
(۴) بیان اسوۂ حسنہ
(۵) مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا
(۶) سرزمین حبیب
(۷) دیار حبیب
(۸) کوئے حبیب
(۹) در حبیب
(۱۰) معجزات رسول
(۱۱) معراج نبوی

باب دوم : انداز بیان

(۱) انداز بیان کا مقصد
(۲) رضا کا انداز بیان

(۳) شکوہ الفاظ (۴) شوخی و بانکپن

(۵) ترنم (۶) تلمیحات

(۷) قصیدہ معراجیہ شعری محاسن

اس کتاب میں کل ۷۵ رصفحات ہیں۔ اس کو ہندوستانی اشاعتی ادارہ المجمع الاسلامی، مبارک پور اعظم گڑھ نے بڑے ہی تزک واہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا سن اشاعت ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء درج ہے۔ نعتیہ ادب کے حوالے سے ایک معتبر نقش کا درجہ رکھتی ہے۔ کسی بھی کتاب کی فہرست مضامین سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب میں کیا کچھ ہے۔ اس کتاب کو پروفیسر اعوان صاحب نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں تحریر فرمایا ہے۔ انداز تحریر وتحقیق بڑا ہی دل نشیں ہے۔ اگر اس کتاب کو کتابیات اور حوالوں سے مرصع کیا گیا ہوتا تو یہ اپنی نوعیت کی بہت ہی معیاری کتاب ہوتی۔

۶۔ امام شعروادب

یہ کتاب حضرت مولانا وارث جمال بستوی صاحب کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کتاب کو مولانا محترم نے اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ مولانا محترم اسلامی ادب کے ایک بہترین مصنف ہیں ان کی تحریر کی پہچان ان کی اپنی ظرافت ہے۔ ظرافت کے ساتھ ساتھ تحقیق بھی ان کا اپنا خاصہ ہے۔ جس سے ہر بات اعتبار کا درجہ رکھتی ہے۔ مولانا محترم کی یہ کتاب ۱۳۶ رصفحات پر مشتمل ہے۔ میرے اپنے خیال میں علامہ شمس بریلوی کی کتاب کو چھوڑ کر اب تک جن کتابوں کے تعارف پیش کیے گئے ہیں ان میں یہ ضخیم ترین ہے۔ اس کو حق اکیڈمی مبارک پور اعظم گڑھ نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب پر سن اشاعت ۱۹۷۸ء درج ہے۔ اس کتاب کے شروع میں حق اکیڈمی کے ناظم حضرت علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی کی جانب سے ایک مختصر مگر جامع مقدمہ "نوائے حق" کے نام سے ہے جس میں کتاب اور مصنف دونوں کا تعارف بڑے ہی معتبر انداز میں ہے۔ اس کے بعد اپنے

زمانے کے مشہور و معروف محقق و مقرر، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کا وقیع مقدمہ ہے۔ حضرت علامہ نظامی علیہ الرحمہ کو میں نے دیکھا تو نہیں مگر ان کی گراں مایہ تحقیق انیق "خون کے آنسو" دو جلدوں کا مطالعہ دوران طالب علمی ہی میں کیا تھا اور جبھی سے ان کا علمی وقار میرے دل میں گھر کیے ہوئے ہے۔ میرے اپنے خیال میں اس راہ پر چلنے والے مسافروں میں علامہ کو انفرادیت کا درجہ حاصل ہے۔ دوسرے لوگوں نے آپ ہی سے ذہن و فکر حاصل کر کے اپنے علمی قد اور تصنیفاتی و تالیفاتی وقار کو بڑھایا ہے۔ اس کے بعد مولانا محترم کے معروضات ہیں اور پھر کتاب کا آغاز۔ اس کتاب کا بھی آغاز عربی شاعری سے ہی ہوا ہے مگر کسی مشہور و معروف نعت گو کے نعتیہ کلام سے نہیں بلکہ ایک اعرابی کے چند عربی اشعار سے۔ اس کے بعد حضرت ابو طالب کے مشہور و معروف قصیدے کا ذکر ہے۔ میرے اپنے خیال میں مولانا محترم نے اس طرح نعت گوئی کی تاریخ میں ایک تجدد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو ان کی افتاد طبع ہے۔ اس کے بعد عربی کی نعتیہ شاعری کا یہ سلسلہ حسب روایت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے درج ذیل اشعار پر آ کر اختتام پذیر ہو جاتا ہے:۔

رسول اللہ انت بعثت فینا
کریماً رحمۃ حسناً حصینا
تخوفنی العدی کیدامتینا
اجرنی یا امان الخائفینا

اس کے بعد ایک جھلک فارسی نعت گو شعرا کی ہے۔ نیز مختصراً اردو نعت گو شعرا کا ذکر کر کے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ افکار و خیالات کو واضح فرمانے کی کوشش کی ہے۔ جو اس کتاب کا مقصود بالذات ہے۔ مولانا محترم نے اپنے اس ادبی شاہ کار سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت رضا بریلوی کو نعت گوئی کے میدان میں سرخیل اور امام کا درجہ حاصل ہے۔

۷۔ کلامِ رضا

یہ کتاب معروف شاعر جناب اصغر حسین نظیر لدھیانوی کا ایک گراں قدر مقالہ ہے۔ جسے محترم محمد مرید احمد چشتی نے مرکزی مجلس رضا لاہور کے زیر سایہ شائع ہونے والی کتاب "جہانِ رضا" کے لیے اپنی ذاتی کوششوں سے قلم بند کرایا تھا۔ جس کی مقبولیت اور افادیت کے پیش نظر ہندوستان کے اشاعتی ادارہ المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ نے الگ سے کتابی شکل میں ۱۹۸۲ء میں شائع کیا تھا۔ جس کی ضخامت ۱۰۴ر صفحات ہے۔ اس کتاب کے شروع میں پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، ڈی۔لٹ کا ایک دو ورقی مضمون ہے۔ جس کا عنوان ہے "مولانا احمد رضا خاں کی اردو شاعری" پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں کی شخصیت کے تعارف کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ برصغیر میں نعتیہ شاعری پر لکھے جانے والے پہلے تحقیقی مقالے "اردو میں نعتیہ شاعری" مقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگ پوری کے نگراں رہ چکے ہیں۔ گویا کہ دانش وروں کے طبقے میں نعتیہ شاعری کی عظمت کا لوہا منوانے کے لیے اولاً انھوں نے ہی پیش رفت کی اور اب تو نعتیہ شاعری پر درجنوں ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے قلم بند کیے جاچکے ہیں اور مختلف جامعات میں عالمی سطح پر تحقیق و تفحص کا کام جاری ہے۔ اس کے بعد جناب نظیر لدھیانوی نے اپنے اس مقالے کی سرخی قائم کی: "حسان الہند مولانا احمد رضا خاں کے نعتیہ کلام کا مطالعہ" اس کے بعد ایک فہرست مضامین ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) امام احمد رضا کی پیدائش (۲) شاعری (۳) نعت گوئی (۴) زبان و بیان (۵) مضمون آفرینی (۶) تشبیہ و استعارہ (۷) رعایاتِ لفظی (۸) صنعت مراۃ النظیر (۹) صنعتِ تجنیس (۱۰) صنعتِ تلمیح (۱۱) صنعتِ لف ونشر (۱۲) صنعتِ تنسیق الصفات (۱۳) صنعتِ ترصیع (۱۴) ایہام (۱۵) صنعتِ حسن تعلیل (۱۶) صنعت تلمیح (۱۷) آیات واحادیث (۱۸) معجزات (۱۹) صنعتِ واسع الشفتین (۲۰) تجاہلِ عارفانہ (۲۱) صنعتِ مسمط (۲۲) مستزاد (۲۳) مشکل زمینیں (۲۴) مسلسل نعت (۲۵) چھوٹی زمینیں (۲۶) شفاعت

ورحمت (۲۷) معراج (۲۸) روی اور قافیہ (۲۹) قصیدۂ نور (۳۰) درود (۳۱) سلام (۳۲) دیگر قصائد (۳۳) مدح صدیق (۳۴) مدح فاروق (۳۵) وصف اشہب تیزگام (۳۶) روافض وخوارج (۳۷) دعا (۳۸) مدح علی مرتضیٰ (۳۹) مدح صحابۂ کرام (۴۰) مدح خاتونِ جنت (۴۱) مدح صدیقہ (۴۲) قصیدہ دراصطلاحات ہیئت (۴۳) مدینہ طیبہ کا بن (۴۴) رُباعیات (۴۵) فارسی رُباعیات (۴۶) مخمسات (۴۷) فارسی کلام (۴۸) خاتمہ کلام۔

اس کتاب کے آخر میں علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب کا ایک مضمون ہے۔ جو حرف ایطا کے حوالے سے ہے اور آخر میں آپ کی کہی ہوئی چند رُباعیات ہیں۔ اس طرح اس کتاب میں ان تمامی امور سے بحث کی گئی ہے جو کسی بلند پایہ شاعر کے فکروفن کو ارباب علم وفضل کے سامنے پیش کرنے کے لیے تحریر کی جاتی ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت وشاعری کی افہام وتفہیم میں اس کتاب کا ایک روشن مقام ہے۔

۸۔ اقبالؔ واحمد رضا

یہ کتاب معروف نعت گو جناب راجا رشید محمود کی تصنیف ہے۔ موصوف مجلّہ "حمد ونعت" لاہور کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ نعتیہ ادب کے حوالے سے ان کی خدمات قابلِ صد ستائش ہیں۔ یہ کتاب دو مرتبہ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۹ء میں پاکستان سے اور تیسری بار دسمبر ۱۹۸۳ء میں ہندوستان سے اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔ ہندوستان میں اس کتاب کو اعجاز بک ڈپو کلکتہ نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے شروع میں ناشر کی باتیں کے عنوان سے ابتدائیہ ہے اور پھر کتاب کا آغاز کتاب کے شروع میں فہرست مضامین ہے جو درج ذیل عنوانات پر مشتمل ہے:

(۱) فساد وکفر کے اندھیرے اور نورِ مصطفیٰ (۲) کائنات کے محسن آقا (۳) کاروانِ حیات کے لیے منارۂ نور (۴) قرآن واحادیث میں عشق رسول کی اہمیت (۵) توحید ورسالت (۶) عید میلادالنبی اور سالِ ولادت اقبال (۷) مدح رسول (۸) عشق مصطفیٰ

اور اقبال و احمد رضا (۹) حسنِ تربیت کا فیضان (۱۰) پیشۂ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو (۱۱) اقبال و احمد رضا کا تعلق (۱۲) محشر میں سرکارِ دو عالم کا سامنا کرنے کا احساس (۱۳) دونوں عشاق کا دربارِ رسول میں مقام (۱۴) کلام میں ارشاداتِ قرآن و احادیث کا عکس (۱۵) اسم محمد ﷺ (۱۶) عشق مصطفیٰ (۱۷) احترام رسول (۱۸) توہین رسول (۱۹) عید میلاد النبی (۲۰) نور مصطفیٰ (۲۱) راز عبدہ (۲۲) خدا اور رسول (۲۳) معراج النبی (۲۴) ختم نبوت (۲۵) حیات النبی (۲۶) حاضر و ناظر (۲۷) علم غیب (۲۸) سرکار کی قدرت (۲۹) شفیع روزِ شمار (۳۰) مدینہ طیبہ میں حاضری کی تمنا (۳۱) قادریت (۳۲) کتابیات (۳۳) تبصرے۔

اس کتاب میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال اور امامِ عشق و محبت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے افکار و خیالات اور ان کے نظریۂ عشقِ رسول سے بحث کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان دونوں شاعروں کے دلوں میں عشقِ رسول کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جو دونوں شخصیات کے مابین قدرِ مشترک کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے آخر میں کتابیات کا اہتمام کیا گیا ہے اور ان ۶۱ رکتب و رسائل کی فہرست دی گئی ہے جن سے اس کی تالیف میں مدد لی گئی ہے۔

۹۔ کلامِ رضا کے نئے تنقیدی زاویے

یہ کتاب مشہور محقق ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو ۱۲۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو الرضا اسلامک اکیڈمی محلہ جسولی بریلی شریف نے شائع کیا ہے (جو خود ڈاکٹر عزیزی صاحب کا قائم کردہ اشاعتی ادارہ ہے) اس کی یہ دوسری اشاعت ہے جو ستمبر ۱۹۹۰ء میں طبع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی شخصیت اربابِ علم و فضل میں متعارف ہے۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ ایک عرصے تک ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی کے مدیر رہ چکے ہیں۔

پاک وہند کے اکثر وبیشتر رسائل میں ان کے مقالات ومضامین اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ''فاضل بریلوی اوران کی نعت گوئی'' کے عنوان سے پروفیسر وسیم بریلوی کی نگرانی میں روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری بھی حاصل کر چکے ہیں۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے مزاج میں جدت اور نیاپن ہے۔اسی لیے انہوں نے اپنی اس کتاب میں امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کو جدید اسلوب میں متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔اس کتاب کے شروع میں منیجر الرضا اسلامک اکیڈمی کا ایک صفحے کا مضمون ہے اوراس کے بعد ''تنقیدی زوایے پر زاویۂ نگاہ'' کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالنفیس (صدر جماعت ذاکرین رضائے مصطفےٰ بریلی) کا تعارفی مضمون ہے۔اس مقالاتی مجموعہ میں درج ذیل موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔

(۱) واصف شاہ ہدیٰ امام احمد رضا (۲) امام احمد رضا کی شاعری میں ہندی اور ہندوستانی عناصر (۳) کلام رضا میں سائنس اور ریاضی (۴) امام احمد رضا کی شاعری میں رنگ اور روشنی کا تصور (۵) امام احمد رضا اور پیکر تراشی (۶) امام احمد رضا کی شاعری میں طنز اور نشتریت (۷) امام احمد رضا کا قصیدۂ معراجیہ جمالیات اور امیجری (۸) کلام رضا کا آہنگ (۹) امام احمد رضا کی علامت نگاری (۱۰) کلام رضا اور ضلع جگت۔

اس کتاب میں ماخذ ومراجع کے طور پر جن کتب ورسائل سے مدد لی گئی ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) المیزان امام احمد رضا نمبر (۲) جہانِ رضا لاہور (۳) معارف رضا کراچی کے مختلف شمارے (۴) حدائق بخشش کا تحقیقی جائزہ (۵) امام شعروادب۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کی یہ کتاب عصر حاضر کے جدید ماحول میں ارباب علم وفضل میں امام احمد رضا کی شاعری کو متعارف کرانے میں ایک نمایاں کردار ادا کرسکتی ہے۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کو از سر نو ترتیب وتہذیب اور خوب صورت طباعت کے ساتھ پیش کیا جائے۔

۱۰۔ فنِ شاعری اور حسان الہند

یہ کتاب مشہور اسلامی محقق حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی کی تصنیف و تحقیق ہے۔ اس کی اہمیت کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کی نگرانی میں لکھے جانے والے مقالے سے کم نہیں۔ اس میں حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی نے بعض ایسے امور کی نقاب کشائی فرمائی ہے جس کا ذکر امام احمد رضا کی شخصیت و شاعری پر لکھی جانے والی کتابوں اور مقالات میں نہیں ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی منفرد المثال کتاب ہے۔ جو ۳۰۷ صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو علامہ عبدالستار ہمدانی نے اپنے ہی اشاعتی ادارے مرکزِ اہل سنت پوربندر، گجرات سے شائع کیا ہے۔
آغاز میں علامہ ہمدانی نے اس کی وجہ تالیف بیان کرنے کے لیے ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے اور اس کے بعد اس کتاب پر خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ ضلع ایٹہ کے عظیم چشم و چراغ حضرت علامہ آلِ رسول حسنین میاں نظمی برکاتی مدظلہ کی تقریظِ جلیل ہے۔ حضرت نظمی صاحب قبلہ بذاتِ خود ایک بہترین نعت گو اور ایک اعلیٰ درجے کے ادیب و شاعر ہیں۔ وہ جو بھی لکھتے ہیں علم و مشاہدہ کی روشنی میں ہوتا ہے اور بہت ہی شستہ لکھتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ ایک حقیقت آگاہ مصنف و ادیب ہیں۔ ان کی تحریر کی دل نشینی کا یہ عالم ہے کہ ایک ہی نشست میں پورا مضمون پڑھے بغیر دل نہیں مانتا۔ ایک اور تقریظ اسی خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ ہی کے عظیم چشم و چراغ حضرت علامہ سید محمد اشرف برکاتی مدظلہ کی ہے (جو علی گڑھ میں انکم ٹیکس کمشنر کے عہدے پر فائز ہیں) ان کی تحریر کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مقدمے میں پوری کتاب کا آئینہ پیش کر دیا ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر غلام یحییٰ صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی دہلی کا "پیش لفظ" ہے اور اس کے بعد کتاب کا باضابطہ آغاز۔ اس کتاب میں درج ذیل موضوعات پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے:۔

(۱) سببِ تصنیف (۲) لوازمات (۳) حسنِ مطلع (۴) وزن اور بحر (۵) تقطیع (۶) اقسام (۷) حمد اور نعت (۸) حضرت رضا اور نعتیہ شاعری (۹) صنعات فنِ شاعری (۱۰) صنعتِ استعارہ (۱۱) صنعتِ تشبیہ (۱۲) صنعتِ مبالغہ (۱۳) صنعتِ اقتباس (۱۴) صنعت

تضاد (۱۵) صنعتِ تلمیح (۱۶) صنعتِ تملیع (ملمع) (۱۷) صنعتِ حسنِ تعلیل (۱۸) صنعتِ تجاہلِ عارفانہ (۱۹) صنعتِ تجنیس کامل (تام) (۲۰) صنعتِ تجنیس ناقص (۲۱) صنعتِ مراعات النظیر (۲۲) صنعتِ ترصیع (۲۳) صنعتِ مقابلہ (۲۴) صنعتِ مستزاد (۲۵) صنعتِ لف ونشر (۲۶) صنعتِ تضمین (۲۷) صنعتِ تشبیب (۲۸) صنعتِ مرصع (۲۹) صنعتِ تنسیق الصفات (۳۰) صنعتِ اتصال تربیعی (۳۱) صنعتِ مقلوب مستوی (۳۲) صنعتِ مقلوبِ کل (۳۳) صنعت حسنِ طلب (۳۴) صنعتِ ترجیع بند (۳۵) صنعتِ مسمط (۳۶) صنعتِ عزل الشفتین (۳۷) صنعت ایہام (۳۸) خط توام (۳۹) صنعتِ اشتقاق (۴۰) صنعتِ شبہ اشتقاق (۴۱) صنعتِ سیاق الاعداد (۴۲) حضرت رضاؔ کے کلام میں محاورات اور کہاوت (۴۳) ہندوستانی رسم ورواج، معاشرہ، سماج، تجارت، شاہی دربار کے طور طریقے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلام رضاؔ میں تذکرہ، (۴۴) حضرت رضاؔ نے فنِ شاعری کس طرح سیکھی (۴۵) حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہیں دی گئی (۴۶) حضرت رضاؔ کے ایک شعر پر اعتراض (۴۷) ۴۴ ارعلوم وفنون میں حضرت رضاؔ کی مہارت اور کلامِ رضاؔ میں ان کا استعمال (۴۸) اتنی عرض آخری سن لو ذرا (۴۹) کلکِ رضا کی برق جولانیاں (۵۰) ایک نظر ادھر بھی۔

حضرت علامہ ہمدانی کی اس کتاب کو اگر غیر جانب داری سے دیکھا جائے تو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ واقعی امام احمد رضا عربی، فارسی اور اردو شاعری میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ عربی، فارسی اور اردو شاعری کو امام احمد رضا نے وہ سب کچھ دیا جو ان کے متقدمین اور معاصرین نہیں دے سکے جو ان کی خداداد صلاحیت کی آئینہ دار ہے۔ اس طرح امام احمد رضا نے شعر وشاعری کا پیشہ اختیار فرما کر انہوں نے اپنا قد نہیں بلکہ عربی، فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری کا قد اونچا کیا اور دنیا کی تمام زبانوں میں ہونے والی شعر وشاعری میں عربی، فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری کی سربلندی کا احساس دلا دیا کہ یہ زبانیں بھی دنیا کی تمام زبانوں کے فنی اور ادبی سربلندی کی ہم سر ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ارباب علم وفضل میں اپنے وجود کے ساتھ اپنے وقار کا بھی احساس دلاتی ہے۔

۱۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے قصیدۂ معراجیہ پر ایک تحقیقی مقالہ

یہ کتاب پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جامؔ بناری کا ایک تاثراتی مقالہ ہے جو ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اگر اس مقالے کو اہمیت اور افادیت کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ کسی عظیم وضخیم کتاب سے کم نہیں۔ اس لیے کہ موضوعاتی اعتبار سے لکھا جانے والا یہ مقالہ اپنے دامن میں وہ سب کچھ لیے ہوئے ہے جو ایک تحقیقی مقالے میں ہونا چاہیے۔ اس کتاب کو بزمِ اہلِ سنت، کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس کے شروع میں محترم جناب سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارۂ تحقیقات احمد رضا کراچی) کا ایک تعارفی مضمون ہے۔ فرماتے ہیں۔

عزیز برادرم مرزا نظام الدین بیگ جامؔ بناری جو قومی عجائب گھر میں مخطوطات کے شعبے میں انچارج ہیں اور ادبی ذوق کے باعث علمی گہرائی اور گیرائی بھی رکھتے ہیں، جب احمد رضا کے کلام سے واقف ہوئے تو بے اختیار پکار اٹھے۔

عمرہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

"حرفِ آغاز" کے بعد معراج نبوی کا پس منظر اور اس کے بعد معراج ناموں کی تاریخ اور پھر اس تناظر میں امام احمد رضا کے قصیدے معراجیہ ۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

کی خصوصیات کو پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں اگر پورا قصیدہ معراجیہ الگ سے شامل کر دیا گیا ہوتا تو میرے خیال میں اس کی افادیت اور بڑھ جاتی۔

۱۲۔ ارمغانِ رضا

یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اس کے مؤلف ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ہیں جو اپنے تصنیفی و تحقیقی کارناموں کی وجہ سے متعارف ہیں۔ یہ کتاب ۳۲ صفحات کی ہے۔ اس کو المختار پبلی کیشنز کراچی نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب کے شروع میں مؤلف کا ''ابتدائیہ'' اور اس کے بعد جناب خضر نوشاہی مدیر شعبہ مخطوطات بیت الحکمت دانش گاہ ہمدرد، کراچی کی ''پیش گفتار'' اور اس کے بعد پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا فارسی زبان میں ایک وقیع مقدمہ ہے۔ اس کتاب میں شروع سے آخر تک فارسی زبان کا ہی استعمال کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب اس لیے فارسی زبان میں ترتیب دی گئی ہے کہ امام احمد رضا کا تعلق خود ملکِ افغانستان سے تھا۔ ان کے آباؤ اجداد افغانستان میں صوبہ قندھار کے رہنے والے تھے۔ ارمغانِ رضا کے ذریعہ امام احمد رضا کو ملکِ افغانستان، ایران اور ان دیگر مملکتوں میں کو متعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے جہاں فارسی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ امام احمد رضا نے فارسی میں نعتیہ کلام کہہ کر اس زبان و ادب کے بھی ارتقائی فروغ میں ایک نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کتاب میں امام احمد رضا کے ان تمامی کلام کو شامل کر دیا گیا ہے جو انہوں نے فارسی میں کہا ہے۔ یہ کتاب فارسی داں طبقے میں امام احمد رضا کی شاعری اور ان کے افکار و خیالات کو متعارف کرانے میں نقشِ اول ثابت ہوگی۔

۱۳۔ فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری کا ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ صاحب کتاب جامعہ کراچی میں شعبۂ ارضیات کے پروفیسر اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے جنرل سکریٹری کے عہدے پر فائز ہیں۔ انہوں نے جامعہ کراچی سے ''تراجم قرآن پاک کے تقابلی موضوع'' پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ قلم بند کر کے ڈگری حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر مجید اللہ

قادری کئی ایک کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا یہ مقالہ کل ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی نے ۱۹۹۱ء میں شائع کیا تھا۔ اس مقالے میں امام احمد رضا کی شخصیت کا بیک وقت دو پہلوؤں سے تعارف کرایا گیا ہے۔ اول یہ کہ وہ عربی، فارسی اور اردو کے بہترین اور سرخیل نعت گو ہیں اور زبان پر ان کو اس قدر قدرت حاصل ہے کہ اگر کسی نے نثر کی جگہ نظم میں استفتاء کیا تو آپ نے اس کو نظم ہی میں اس کا جواب مرحمت فرمایا اور حوالے کا بھی اہتمام فرمایا۔ ادبی حیثیت سے ان کا مقام اتنا سر بلند ہے کہ وہ بے ساختہ عربی زبان کو لکھنے، بولنے اور پڑھنے پر قادر ہیں ان کو کہیں کسی طرح کا کوئی تکلف نہیں محسوس ہوتا اور فارسی زبان پر ان کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ اہل زبان ان کے اس کمال پر انگشت بدنداں ہیں۔

۱۴۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری ایک تحقیقی مطالعہ

یہ کتاب راقم الحروف کے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے کی دوسری جلد ہے اس کی پہلی جلد "نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء" ایک تاریخی وتجزیاتی مطالعہ ہے۔ یہ کتاب ہندوستان میں رضوی کتاب گھر دہلی سے ۱۹۹۷ء اور پاکستان میں فرید بک اسٹال لاہور سے نومبر ۲۰۰۰ء میں اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔اس کتاب میں کل ۳۸۴ صفحات ہیں۔ میری اس کتاب پر ملک وبیرون ملک کے اخبار وجرائد مثلاً ماہ نامہ "نیا دور" لکھنؤ: شمارہ فروری ۱۹۹۹ء سہ ماہی "الکوثر" سہسرام بہار: شمارہ اپریل تا جون ۱۹۹۹ء، ماہ نامہ "تحریریں" لاہور: شمارہ جولائی ۱۹۹۹ء مجلّہ "نعت رنگ" کراچی: شمارہ مارچ ۲۰۰۰ء "معارفِ رضا" ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، سہ ماہی "افکارِ رضا" ممبئی، ماہ نامہ "جہانِ رضا" لاہور وغیرہ ہم میں وقیع تبصرے اور تذکرے چھپ چکے ہیں، تفصیلی معلومات کے لیے متذکرہ بالا حوالوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۔ امام احمد رضا ملک سخن کے شاہ

اس کتابچے کو جناب عقیل احمد خاں اکبر آبادی نے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتابچہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو مکتبہ نعیمیہ، دہلی نے جون ۱۹۸۹ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے شروع میں جناب نوشاد عالم چشتی کا ایک دو صفحے کا مضمون ہے جس کی سرخی ہے "مؤلف ایک نظر میں" اس کے بعد ڈاکٹر محمد شعیب خاں چشتی مصباحی نعیمی کلینک ثابت گنج اٹاوہ کے قلم سے ایک تاثراتی مضمون ہے جس میں انہوں نے امام احمد رضا کی شاعری کے حوالے سے مختصر مگر ایک جامع اشاریہ کے طور پر وہ سب کچھ لکھ دیا ہے جس کی تفصیل سیکڑوں صفحات میں کی جاسکتی ہے۔ وہ اپنے اس تاثراتی مضمون میں ایک بات بہت واضح طور پر لکھتے ہیں:

ہاں آخر میں ایک بات یہ عرض کردوں کہ اکبر آبادی صاحب نے اپنے مقالے میں ؏

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم

والے مقطع کو داغ دہلوی کی جانب منسوب کیا ہے۔ لیکن تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ مقطع خود فاضل بریلوی ہی کا ہے۔ داغ صاحب کی طرف غلط منسوب کرکے جھوٹی شہرت دی گئی ہے۔ اس کے بعد جناب عقیل احمد اکبر آبادی کا "اظہار تشکر" ہے جس میں انہوں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ یہ کتابچہ اولاً سلیمان ہال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی سالانہ میگزین کے لیے لکھا گیا تھا۔ بعد میں احباب کی فرمائش اور پذیرائی پر اس کو مزید تفصیل دے کر کتابچے کی صورت میں طبع کیا جارہا ہے۔ اس کتابچہ میں امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے نقوش کو نمایاں کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو حوالوں سے بھی مزین کیا گیا ہے جو کسی اچھی کتاب کی اچھی علامت ہے۔

۱۶۔ غزلیات رضا انتخاب از حدائق بخشش

اس کتاب کو جناب مولانا امجد رضا خاں امجد نے ترتیب دیا ہے۔ مرتب وی۔ کے

یونیورسٹی بہار سے **"امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں"** کے موضوع پر پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ کی نگرانی میں ریسرچ کر رہے ہیں اور ایک عالم دین بھی ہیں۔ انہوں نے اس انتخاب کو پیش کر کے اپنے افتادِ طبع کو پیش کیا ہے جس سے ان کی جدت طبع کا پتا چلتا ہے۔ جناب امجد رضا صاحب کا یہ انتخاب ۱۳۱ ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو ادارۂ شرعیہ بہار سلطان گنج، پٹنہ نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا تھا۔ اس انتخاب کے شروع میں "شرف انتساب" کے بعد اس میں شامل نعتیہ غزلوں کی فہرست ہے جس میں ۶۱ ر منتخب شدہ نعتیہ غزلوں کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی کا "دعائیہ" ہے اور اس کے بعد پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ صاحب کی "تقریظ" برقؔ صاحب کی تقریظ کے بعد جناب مولانا امجد رضا خاں صاحب کا "حرفِ پیشیں" کے تحت ایک وقیع مقدمہ ہے جو کافی مدلل اور معلوماتی ہے۔ اس انتخاب میں "حدائق بخشش" حصہ سوم کی غزلوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس انتخاب کو پیش کر کے مولانا امجد رضا نے یونیورسٹی اور کالج کے پڑھے لکھے طبقے کی فکر کو امام احمد رضا کی نعتیہ غزلوں کی طرف متوجہ کیا ہے اور ایک طرح سے تالش کی ہے کہ امام احمد رضا کا نعتیہ کلام یقیناً ارباب علم و فضل کی فکر کا محور بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۱۷۔ انتخاب حدائق بخشش

یہ انتخاب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے مرتب کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب عالم اسلام کی اس عظیم ہستی کا نام ہے جنہوں نے امام احمد رضا کی علمی وجاہت اور عظمت کو جدید حلقۂ اثر میں متعارف کرایا۔ آج انہیں کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ لوگ امام احمد رضا کی علمی و ادبی شخصیت کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں۔ کسی بھی شاعر کے کلام کا انتخاب پیش کر کے ارباب علم و فضل کو اس بات کی دعوت دینا ہوتا ہے کہ لوگ اس کے کلام کو بھی اپنی فکر اور سوچ کا محور بنائیں۔ دوسرے یہ کہ اکثر و بیشتر شعرا کے مجموعہ ہائے کلام یا دواوین ضخیم اور کئی جلدوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لیے دانش ور طبقہ پورے کے پورے مجموعۂ کلام کو اپنی

کثرتِ مصروفیات اور قلتِ وقت کی بنا پر مطالعہ نہیں کرسکتا۔ ایسی صورت میں شاعر کے کلام کا انتخاب اس کے فکر وفن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کافی کارگر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا یہ انتخاب ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے جسے ۱۹۹۵ء میں سرہند پبلی کیشنز کراچی نے شائع کیا تھا۔ اس انتخاب میں درج ذیل عنوانات قائم کیے گئے ہیں جسے ڈاکٹر صاحب نے ''ترتیب'' کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔

(۱) ابتدائیہ (۲) حضرت رضا بریلوی ایک نظر میں (۳) حضرت رضا بریلوی دانش وروں کی نظر میں۔

☐ جاں نثاری وفداکاری ☐ سرمستی وسرشاری

☐ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ رسالت میں

(۴) انتخابِ حدائق بخشش (نعتیہ کلام کا انتخاب)

☐ غزلیات ☐ قصائد ☐ رباعیات

(۵) آئینۂ حضرت رضا بریلوی

☐ تعارفِ حضرت رضا بریلوی

☐ حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری اپنے آئینے میں

(۶) اختتامیہ

(۷) مناجاتِ رضا

۱۸۔ کعبی کی کتاب سلامِ رضا تضمین و تفہیم اور تجزیے کا تنقیدی جائزہ

مذکورہ کتاب پروفیسر منیر الحق کعبی کی کتاب ''سلامِ رضا تضمین و تفہیم اور تجزیہ'' کا ایک تنقیدی جائزہ ہے۔ جسے محقق عصر حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

پوری کتاب ۱۰۷؍صفحات پر مشتمل ہے۔ جسے ادارۂ افکار حق بائسی ضلع پورنیہ، بہار نے صفر المظفر ۱۴۱۸ھ میں شائع کیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب ایک لائق و فائق استاد اور ادبی ذوق رکھنے والے عالم دین ہیں۔ تحقیق سے غایت درجہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ اپنے اس تنقیدی جائزے میں انہوں نے پروفیسر منیر الحق کعبی کا زبردست محاسبہ و محاکمہ فرمایا ہے۔ چوں کہ اس سے قبل پروفیسر کعبی نے امام احمد رضا کے نعتیہ افکار و خیالات پر شائع ہونے والی چند کتابوں کا محاسبہ اور محاکمہ فرمایا تھا۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) "خوانِ رحمت تضمین بر سلام رضا" از جناب بشیر حسین ناظم (۲) حدائق بخشش کا مل کا ادبی اور تحقیقی جائزہ جائزہ نگار علامہ شمس بریلوی (۳) "شرح سلام رضا" شارح حضرت مفتی محمد خاں قادری (۴) "انتخاب حدائق بخشش" ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد وغیرہ۔ اور اس محاسباتی اور محاکماتی عمل کو انہوں نے کتابی شکل میں "سلام رضا تضمین و تفہیم اور تجزیہ" کے نام سے شائع کیا تھا۔ جسے میں لاکھ کوشش کے باوجود پروفیسر کعبی صاحب کی مذکورہ کتاب کو مطالعے کے لیے حاصل نہ کر سکا۔ اگر اصل کتاب ہاتھ میں ہوتی تو اس کے بارے میں بھی اظہار خیال کرتا۔ مگر مذکورہ "تنقیدی جائزہ" اگرچہ مطالعے کے اعتبار سے بہت مفید ہے مگر جب بھی کوئی مصنف یا مؤلف کوئی تالیف کرتا ہے تو اس کے ذہن میں قارئین کرام کا ایک خاکہ ہوتا ہے، مگر یہ خاکہ قطعاً نہیں ہوتا کہ قاری اس کی تصنیف و تالیف کو کس نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کر رہا ہے؟ یہ تو جب معلوم ہوتا ہے کہ جب قارئین کرام کی آرا طبع ہو کر منظر عام پر آتی ہیں۔ مقام علم اور میدانِ تحقیق کی کوئی حد نہیں ہے خود قرآن پاک کی زبان میں کل فوق ذی علم علیم فرمایا گیا ہے۔ ہر مصنف و مؤلف کو اپنی بات کہنے کا پورا پورا حق ہے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے کس شعر کو کس مفہوم میں ادا کیا ہے! یہ تو وہی فرما سکتے تھے مگر کسی بھی شاعر یا ادیب کے کسی شعر یا فقرے کے مفہوم کے تعین کے لیے ہمارے پاس جو طریقۂ کار ہے وہ لغات و محاورات کے معانی و مفاہیم ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے خود بعض شعرا کے شعر کی تشریح فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ جو میں نے شعر کی تشریح کی ہے یا معانی و مفاہیم بیان کیے ہیں وہ خود شاعر کے ذہن و دماغ میں نہیں رہا ہوگا۔

حضرت مفتی صاحب کا یہ تنقیدی جائزہ بہت ہی معلوماتی ہے۔ اس کتاب کے شروع میں جناب مولانا امجد رضا محقق کا ایک مضمون ''حرفے چند'' کے عنوان سے ہے جو اس کتاب کا ابتدائیہ قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کے افکار وخیالات ہیں۔

۱۹۔الحقائق فی الحدائق المعروف شرح ''حدائق بخشش''

یہ کتاب مشہور ومعروف عالم دین حضرت علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ کی تصنیف اور کلامِ رضا کی شرح ہے۔ اس کی دو جلدیں (اول ودوم) ہی میرے مطالعے میں آسکی ہیں۔ میرے اپنے خیال میں اولاً لوگ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام کی تشریح وتوضیح کی جانب اس لیے متوجہ نہیں ہوئے کہ امام احمد رضا نے جس مفہوم ومعانی میں اپنے اشعار کہے ہیں ممکن ہے ہمارا مبلغ علم، ہماری فکر رسا اس حد تک نہ پہنچ سکے اور ہم کلام رضا کی سچی ترجمانی نہ کر سکیں۔ اس لیے لوگ کلامِ رضا کی تشریح سے صرف نظر برتتے رہے۔ لیکن جب ارباب علم وفضل نے دیکھا کہ دیگر عظیم شعرا کے کلام کی شروح بڑی سرعت سے منظر عام پر آرہی ہیں تو لوگ کلامِ رضا کی توضیح وتشریح کی جانب بھی متوجہ ہوئے جس کے پیش خیمہ کے طور پر کئی ایک کتابیں شرح کلام رضا کے موضوع پر منظر عام پر آگئیں۔ انہیں شروح میں حضرت مفتی غلام یٰسین راز امجدی کی شرح ''وثائق بخشش'' بھی ہے جسے اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت علامہ فیض احمد اویسی کی اس شرح کی پہلی جلد میں صرف ۵ نعتوں کی شرح کی گئی ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔واہ کیا جود وکرم ہے شہِ بطحا تیرا

۲۔واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

۳۔تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا

۴۔الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا

۵۔ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا

حضرت علامہ اویسی صاحب کی یہ شرح ۳۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔اس جلد کو مکتبہ رفاہ عام، گل برگہ شریف نے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا تھا۔اس کے شروع میں حضرت علامہ فیض احمد اویسی کا تحریر کردہ ایک ابتدائیہ بعنوان ''تعارف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے عنوان سے ہے۔اس کے بعد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا ایک مقدمہ ہے اور پھر باضابطہ شرح کا آغاز۔

اس کی دوسری جلد ۳۳۲ صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے۔اس جلد کو المختار پبلی کیشنز کراچی نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا تھا۔اس کے شروع میں حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کا ابتدائیہ ''حرف سخن'' کے عنوان سے ہے اور مقدمے کے طور پر مولانا حسن علی رضوی بریلوی کی تحریر ہے جس کا عنوان ہے ''حسن تخیل الحقائق کی افادیت واہمیت'' اس جلد میں کل ۱۱ نعتوں کی شرح فرمائی گئی ہے۔جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔غم ہو گئے بے شمار آقا
۲۔محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
۳۔لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
۴۔لم یات نظیرك فی نظرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
۵۔نہ آسماں کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
۶۔شور مہ نو سن کر، تجھ تک میں دواں آیا
۷۔خراب حال کیا، دل کو پُر ملال کیا
۸۔بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
۹۔نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
۱۰۔تاب مرآت سحر گرد بیابانِ عرب
۱۱۔پھر اُٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب

حضرت علامہ اویسی صاحب کی یہ شرح کافی مفید اور معلوماتی ہے مگر اس میں تفصیل کچھ زیادہ ہی ہے جو کہ شرح کے بجائے تفسیر کا روپ اختیار کیے ہوئے ہے۔

۲۰۔عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کے مصنف مشہور اسلامی محقق حضرت علامہ عبدالستار ھمدانی صاحب ہیں۔آپ کی ایک عظیم وضخیم کتاب ''فن شاعری اور حسان الہند''

کا تذکرہ تفصیلی طور پر ماقبل میں آچکا ہے۔ یہ کتاب امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام کی شرح میں تالیف کی گئی ہے۔ لیکن اس میں جدت کے پیش نظر ایک نیا طریقہ عمل میں لایا گیا ہے وہ یہ کہ اس کتاب میں فنِ شاعری کی مشہور صنعت، صنعت تجنیس کامل (تام) کے تحت کلام رضا سے ۱۳۰ اشعار کا انتخاب کر کے ان کی شرح کی گئی ہے۔ اس کتاب کو علامہ ہمدانی کے نشریاتی ادارہ دارالعلوم غوث اعظم پور بندر، گجرات کو تقسیم کار اور رضا دارالمطالعہ پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار کو ناشر کا درجہ حاصل ہے۔ اس کی پہلی جلد میں ۵۸۲ صفحات ہیں۔ اس جلد کے شروع میں "عرض مصنف" کے تحت حضرت علامہ ہمدانی نے کتاب کی وجہ تالیف بیان کی ہے اور پھر عرضِ مصنف کے بعد جناب حضرت علامہ حسین میاں نظمی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ مقدسہ کی "تقریظ جلیل" ہے اور اس کے بعد جناب مولانا رحمت اللہ صدیقی مدیر "پیغام رضا" پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار کا 'پیش لفظ' ہے۔ پیش لفظ کے بعد پہلی جلد کی شروعات درج ذیل شعر سے کی گئی ہے۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

اور اس جلد کا اختتامیہ درج ذیل شعر کی توضیح و تشریح پر ہوتی ہے۔

رسل و ملک پہ درود ہوں، وہی جانے ان کے شمار کو
مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روز شمار ہو

اس کی دوسری جلد کے ناشر و تقسیم کار وہی ہیں جو پہلی جلد کے ہیں۔ اس دوسری جلد میں ۶۳۰ صفحات ہیں۔ اس میں بھی عرض مصنف کے بعد تقریظ جلیل اور پیش لفظ پہلی جلد کے مذکورہ حضرات کے ہی ہیں اور اس کے بعد کتاب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل شعر سے شروع ہو کر۔

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو!
کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے

اس شعر پر اس کا اختتامیہ ہے:۔

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل! یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

۲۱۔ شرح سلام رضا

یہ کتاب مشہور عالم دین حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور مصنف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

مفتی محمد خان قادری اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا و خوشنودی کے بلند ترین مقام تک پہنچائے اور رب کائنات کے حبیب اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں انہیں شرف قبولیت نصیب ہو۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے فارغ التحصیل جامع مسجد رحمانیہ شادمان لاہور، سمن آباد کے خطیب، حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے سینئر وائس چیئرمین اور جامعہ اسلامیہ لاہور سمن آباد کے شیخ الجامعہ ہیں۔

(شرح سلام رضا صفحہ ۴۴)

اس کتاب کو ہندوستان میں مکتبہ نظامی، بھیونڈی نے جولائی ۱۹۹۴ء میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں کل ۵۶۶ صفحات ہیں۔ یہ کتاب امام احمد رضا فاضل علیہ الرحمہ کے مشہور زمانہ قصیدہ "قصیدۂ سلامیہ" جو ۱۷۱ اشعار پر مشتمل ہے یعنی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی ایک مکمل شرح ہے۔ جسے مذکورہ قصیدے کی ایک جامع شرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں حضرت مفتی صاحب کے قلم سے "اھداء" جناب محمد صدیق رضوی الہ آبادی کے قلم سے "ان کے نام"، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود

احمد صاحب کے قلم سے ''تاثرات'' اور جناب حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی کے قلم سے ''مجدد اعظم اور ان کا سلام معظم'' وغیرہ تحریریں ہیں اور اس کے بعد فہرست مضامین۔

فہرست مضامین کے بعد حضرت مفتی صاحب ہی کے قلم سے ''پیش لفظ'' ہے اور اس کے بعد حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے قلم سے ایک وقیع مقدمہ ہے۔ مقدمے کے بعد سلامِ رضا کی شرح۔ اس قصیدے کی شرح میں حضرت مفتی صاحب نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جو اپنے کلام کے بارے میں فرمایا ہے۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

اس کو حضرت مفتی صاحب نے اس شرح میں سچ کر دکھایا ہے۔ مذکورہ شرح اور حضرت امام احمد رضا کا ارشاد پڑھنے کے بعد دونوں کے مابین جو ہم آہنگی اور یکسانیت نظر آتی ہے اس سے دل و روح کو ایک عجیب طرح کی لذت و طمانیت محسوس ہوتی ہے۔

۲۲۔ شرح مثنوی ردّ امثالیہ

یہ کتاب امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' حصہ دوم کے آخر میں شامل مثنوی ''مثنوی ردامثالیہ'' کی شرح ہے۔ اس کا پیش منظر یہ ہے کہ جب لوگ دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے لگے، بدعات و مفسدات کا جادو لوگوں کے سر چڑھ کر بولنے لگا۔ لوگ کھلے عام تبلیغ کرنے لگے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد بھی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور یہاں تک کہ لوگوں نے غلام احمد قادیانی کو لا کر پیش بھی کر دیا تو امام احمد رضا کا قلم حرکت میں آیا اور انہوں نے اردو نظم کی مشہور صنف ''مثنوی'' میں اس افسوس ناک اور اندوہ گیں واقعات کو قلم بند فرمایا اور اس کے لیے فارسی زبان کا استعمال کیا۔ چوں کہ امام احمد رضا کی تحریروں میں ان کا زورِ علم اور زورِ قلم واضح طور پر نمایاں ہے ایسی صورت

میں ارباب علم وفضل نے ان کے کلام کی تشریح وتوضیح کو لازمی تصور کیا۔ حضرت قاری غلام محی الدین خاں قادری شیری خطیب وناظم مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی ضلع نینی تال نے امام احمد رضا کی مذکورہ مثنوی کی شرح بڑے نفیس انداز میں تحریر فرمائی ہے۔ اس شرح کو پڑھنے کے بعد امام احمد رضا کا موقف پوری طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس کتاب کو حضرت قاری حافظ سخاوت حسین خطیبی شیری نے مدرسہ آستانِ شیری محلہ منیر خاں پیلی بھیت سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب پر سنِ اشاعت درج نہیں۔ اس کتاب کی شروعات جناب سید ریاض الدین کے تعارف سے ہوتی ہے۔ حضرت شارح کے تعارف کے لیے اتنا کافی ہے کہ انہوں نے مصنف ''بہار شریعت'' حضرت علامہ حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے درسِ حدیث کا شرف حاصل کیا تھا اور امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ اور اس کے بعد نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری کی تقریظ اور اس کے بعد حضرت شارح کی گزارش ہے جو اس مثنوی کی شرح کے بارے میں تحریر ہے۔ یہ پوری شرح ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے اختتامیہ پر البتہ ۳۰ جولائی ۱۹۷۸ء کی تاریخ درج ہے۔ اس کتاب کو ناظم پریس رام پور سے طبع کرا کر تقسیم کیا گیا ہے۔ کلام رضا کی شرح کے حوالے سے یہ ایک احسن قدم ہے۔

۲۳۔ نوبہار نوازش بحل حدائق بخشش

یہ کتاب حضرت مفتی عنایت احمد نعیمی صاحب کی تصنیف لطیف ہے۔ حضرت مفتی صاحب الجامعۃ الغوثیہ عربی کالج، اترولہ ضلع گونڈا میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ الجامعۃ الغوثیہ مشرقی شمالی اتر پردیش کا ایک مشہور ومعروف دینی ادارہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی یہ تصنیف جس کا پہلا حصہ میرے ہاتھوں میں ہے جون ۱۹۹۲ء میں اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آیا۔ اس کتاب کے ناشر حضرت مفتی صاحب کے صاحب زادے عرفان احمد ہیں جنہوں نے اس کو عرفان منزل چھپیا اترولہ، گونڈا سے شائع

کیا ہے۔ ''نو بہار نوازش'' کا یہ حصہ ۱۲۹ ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے شروع میں حضرت مفتی صاحب کی طرف سے ''شرف انتساب'' ''نذر خلوص'' اظہار تشکر ہے اور اس کے بعد حضرت مولانا عطا محمد رضوی مصباحی استاذ الجامعۃ الغوثیہ اترولہ، گونڈا کی طرف سے '' مصنف اور شارح پر ایک طائرانہ نظر ہے۔ نیز اس کے بعد ادیب شہیر حضرت علامہ وارث جمال بستوی کے ''تاثرات'' اور حضرت علامہ محمد اعظم صاحب قبلہ مدرس مظہر اسلام، بریلی کی جانب سے ایک وقیع مقدمہ تحریر ہے۔ مقدمے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے ''عرض حال'' تحریر کیا ہے جس میں انہوں نے اس عظیم کاوش کے معرض وجود میں آنے کا سبب و دیگر احوال بیان کیے ہیں اور اس کے بعد شرح کا باضابطہ آغاز ہے۔ اس شرح میں امام احمد رضا کے مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' سے ۳۲ ر نعتوں اور منقبتوں کی شرح کی گئی ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنی اس کاوش میں جو طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ نہایت ہی معقول و مناسب ہے۔ اس میں بے جا طوالت سے گریز ہے۔ یہ بات تو مسلمات سے ہے کہ امام احمد رضا نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ہی اپنی فکری جولانیاں دکھائی ہیں۔ اس کی شروعات میں حضرت مفتی صاحب نے امام احمد رضا کی مشہور زمانہ نعت پاک ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

کی شرح سے کی ہے اور اس کا اختتامیہ درج ذیل نعت پاک کی شرح پر ہے۔ ؎

راہِ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفیٰ ہے مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں

☆☆☆

۲۴۔بساتین الغفران. الدیوان العربی
امام احمد رضا بریلوی

یہ عظیم ادبی شاہکار جامعہ ازہر، مصر کے استاذ پروفیسر حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ کی جانکاہ کاوش ہے۔ یہ اول تا آخر عربی زبان میں ہے۔ محترم پروفیسر حازم صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے منتشر عربی کلام کو یکجا کر کے آپ کے عربی دیوان کی شکل میں طبع کرا کر ایک منفرد والشال کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب تک ارباب علم وفضل آپ کو اردو فارسی نعت گو کی حیثیت سے ہی جانتے تھے۔ اگرچہ آپ کا مبلغ علم اپنے معاصرین اور مابعد پر بھاری تھا۔ مگر عربی زبان وادب میں باقاعدہ آپ کے حوالے سے کوئی ایسی تحقیق یا کاوش نہیں تھی جو کہ عرب دنیا میں اپنے وجود اور عظمت کا لوہا منوا سکے۔ پروفیسر صاحب کی اس کاوش کے مطالعہ کے بعد اہلِ عرب کو بھی احساس ویقین ہو جائے گا کہ ایک ہندی نژاد شاعر کی شاعری اس کا فکروفن اہلِ عرب کی توجہ کا مرکز بن سکتا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس عربی دیوان کو رضا اکیڈمی اسٹاک پورٹ، انگلینڈ نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا تھا۔ یہ عربی دیوان ۳۵۰ صفحات، کی ضخامت پر مشتمل ہے۔ اس کے شروع میں محترم پروفیسر حازم صاحب ہی کے قلم ورافشاں سے امام احمد رضا اور ان کی شاعری کا عربی زبان میں تعارف ہے۔ اس کے بعد مشہور عالم دین حضرت علامہ مفتی عبدالحکیم شرف قادری استاذ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے قلم سے ایک وقیع مقدمہ ہے۔ مذکورہ مقدمہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں اس عربی دیوان کی جمع وترتیب کے حوالے سے ان تمامی امور کا ذکر ہے جو کسی بھی کتاب کی جمع وترتیب میں پیش آتے ہیں۔ اس کے بعد امام احمد رضا کی عربی شاعری کا آغاز ہے اس مجموعۂ کلام میں امام

احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے جو بھی عربی کلام کو شامل کیا گیا ہے اس کے شروع میں اس کا تعارف ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کے حوالے سے یہ وہ نقشِ اول ہے جسے نقشِ آخر قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے دو درجن کتابوں کے تعارف پیش کیے گئے۔ ان کے علاوہ بھی چند اور کتابیں ہیں جن تک رسائی ہر ممکن کوشش کے باوجود نہیں ہوسکی۔ کچھ یونیورسٹی سطح پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالات بھی ہیں جو ہنوز اشاعت پذیر نہیں ہوسکے ہیں۔ اگر وہ سارے مقالات طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں تو اس بات کے کہنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ جس طرح امام احمد رضا کا مبلغ علم اپنے معاصرین ، متقدمین اور مابعد کے لوگوں پر بھاری ہے۔ ٹھیک اسی طرح ان کی شاعری بھی متقدمین معاصرین اور مابعد کے لوگوں میں کوئی جواب نہیں رکھتی ہے۔ آپ نے سچ ہی فرمایا تھا۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
نام ہوتے ہوتے ہو ہی جائے گا

مطبوعہ مجلہ نعت رنگ . مدیر سید صبیح رحمانی شمارہ نمبر ۱۸ ”مولانا احمد رضا خاں“ نمبر ادارہ اقلیم نعت کراچی صفحہ ۶۴۰۔۶۶۵

☆☆☆

جناب طاہر لاہوری کی نعتیہ شاعری

ایک خصوصی مطالعہ

جناب طاہر لاہوری کو میں نے دیکھا نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے مجھے دیکھا ہے مگر اس کے باوجود وہ مجھے جانتے ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں۔ اس شناسائی کے لیے میں محترم حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی مہتمم مرکزی مجلس، رضا لاہور کا بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے ہم دونوں کے درمیان باہمی ارتباط کی راہ ہموار کی۔

جناب طاہر لاہوری سے تعارف کی داستان اس طرح ہے۔ جس وقت میں ''مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری'' پر کانپور یونیورسٹی، کانپور بھارت سے پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ قلم بند کر رہا تھا اس وقت مجھے ایک کتاب ''آئینۂ رضویات'' حصہ اول کی ضرورت تھی جس کے لیے میں نے برادر محترم حضرت علامہ عبدالستار طاہر لاہوری کو ایک خط لکھا اور ان سے عرض کیا کہ مجھے آئینۂ رضویات حصہ اول کی ضرورت ہے انہوں نے کتاب مذکور کے علاوہ اور بہت سی کتابیں بھی ارسال کیں۔ جس کے لیے میں آج بھی ان کا شکر گزار ہوں۔ کتابوں کے ساتھ انہوں نے مجھے ایک خط بھی لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے نعتیہ شاعری کا ارتقاء اور اس عظیم فن پر ہونے والے تحقیقی وتنقیدی کام کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ابھی حال ہی میں گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور سے نکلنے والے مجلّہ ''اوج'' نے نعت نمبر کی دو ضخیم جلدیں شائع کی ہیں۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد میں مجلّہ مذکور کے نعت نمبر کے لیے تڑپ اٹھا کہاں مل جائے ایک نظر دیکھ لوں، اس کے لیے میں نے فوری ایک خط گرامی قدر حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو ارسال کیا اور ان سے عرض کیا کہ آپ مجلّہ مذکور کے نعت نمبر کی دونوں

جلدیں کسی بھی صورت میں مجھے فراہم فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ میرے خط کے جواب میں انہوں نے مجھے لکھا کہ آپ براہ راست مجلہ "اوج" کے مدیر جناب ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی صاحب کو لکھیں وہ آپ کو براہ راست بھیج سکتے ہیں میں نے فوراً ایک رجسٹری مجلہ مذکور کے مدیر کو ارسال کی اور ان سے عاجزی کی کہ آپ مجھے بہر صورت مجلہ اوج کے نعت نمبر کی دونوں جلدیں عنایت فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ مگر وہ کسی وجہ سے جواب تک نہ ارسال کر سکے۔ اس کے بعد میں نے مذکورہ نعت نمبر کے لیے کرم فرما حضرت علامہ الحاج سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی و جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کراچی کو لکھا۔ اس وقت سید صاحب حج و زیارت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے لکھا کہ واپسی پر یہ نمبر آپ کو فراہم کروا دیا جائے گا۔ مذکورہ نمبر کے حوالے سے پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو ایک خط بھی تحریر کیا تھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب مدظلہ العالی ان دنوں حج پر تشریف لے گئے ہیں۔ اس لیے راقم جواب عرض کر رہا ہے۔ خط آپ کا ۲۵ مارچ کو موصول ہوا آپ کی معذرت کہ اوج کا "نعت نمبر" حاصل نہیں ہو رہا ہے قبول کی البتہ جب بھی مل جائے لے کر رکھ لیجئے گا تا کہ ان کو یعنی ڈاکٹر سراج احمد بستوی کو بھجوا سکیں (۱)

اللہ اور اس کے رسول کے فضل و احسان سے جب مجھے ۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی تو میں نے اس کی ایک عدد فوٹو کاپی کرم گستر حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو بھی ارسال کی۔ ان کے توسط سے ڈگری کی فوٹو کاپی اور اس کے ساتھ مرسلہ خط جناب طاہر لاہوری صاحب کو ملا جس کو پڑھنے کے بعد جناب طاہر لاہوری صاحب نے بے پناہ خوشی کا اظہار فرمایا اور اس کے صلہ میں انہوں نے مجھے اپنے ذاتی "اوج" کے نعت نمبر کی دونوں جلدیں بطور تحفہ ارسال کر دیں مذکورہ نعت نمبر کے ساتھ اپنا نعتیہ مجموعہ "جمال

کون و مکاں" اور نظموں کا مجموعہ "زبور حسن" بھی ارسال کیا جس کے لیے میں آج بھی تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔

جناب طاہر لاہوری کے نعتیہ افکار و خیالات پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے ہی مجھے اس پاک سرزمین کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہے جہاں فارسی کے عظیم نعت گو شاعر جناب جان محمد قدسی محو خواب ہیں۔ جن کی مشہور زمانہ نعت۔

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کی طرز و آہنگ پر اب تک ہزاروں سے زائد نظمیں، نعتیں اور تضمینیں قلم بند کی جا چکی ہیں اس کے باوجود اس کی اثر آفرینی میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہیں ہو رہی ہے۔ جناب عمران نقوی صاحب نعت کے حوالے سے سرزمین لاہور کی عظمت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ لاہور کی سرزمین کی کشش تھی کہ فارسی کا نامور نعت گو جان محمد قدسی شہر چھوڑ کر لاہور جا بسا اور پھر یہیں ہمیشہ کی نیند کے مزے لیے رہا ہے اس کی مشہور نعت کسے یاد نہیں۔(۲)

نعت دراصل ایک عظیم فن ہے جس کی عظمت کے تار و پود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم رشتہ ہیں۔ اس کی وسعت و تنوع کا یہ عالم ہے کہ روز ازل سے ہی محبوب رب العلمین کی مدح سرائی، نعت خوانی ہو رہی ہے۔ مگر ہر عاشق رسول سیرابی کے بجائے تشنگی کی بات کرتا ہے۔ جب کہ نعت گوئی بہت ہی مشکل مرحلہ ہے اور اس کو سر کرنا مشکل ترین مگر اس کے باوجود نعتیں لکھی جا رہی ہیں، پڑھی جا رہی ہیں اور وافر مقدار میں لکھی پڑھی جا رہی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نعت نگار کو اس فن کی مشکلات سے زیادہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر اعتماد ہوتا ہے۔ جو سراپا رحمت ہیں۔ اور پھر اپنے مداح، نعت خواں کے لیے کس درجہ کرم فرما ہوں گے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ بقول طاہر لاہوری

عجب ہے سلسلۂ بارگاہِ لطف وکرم
کہ جس کا عقل وذہانت نہ کرسکے اظہار (۳)
مری مجال کہاں مدحتِ حضور لکھوں
بہ شکل نعت اترتے ہیں ذہن پر الہام (۴)

ورنہ اگر نعت نگاری کے وقت خدشات ہی خدشات ہوں تو اس عظیم صنفِ سخن کی رقم طرازی کیوں کر ممکن ہو۔ نعتیہ شعروادب کی تخلیق کے حوالے سے حضرت علامہ یوسف النبھانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"جو کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کے حالات، واقعات، سیرت، معجزات اور ان کے فضائل کو جانے جو کتاب وسنت میں موجود ہیں تا کہ حسب استطاعت اپنے اشعار میں فصیح عبارت اور بدیع اسلوب میں روایت کرسکے۔" (۵)

جناب طاہر لاہوری کا مجموعۂ نعت "جمالِ کون ومکاں" میرے مطالعے سے گزر چکا ہے انہوں نے اپنے اس حسین نعتیہ گلدستے میں سیرت کے پہلو کو ایک نئے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ جو ان کے وسعتِ مطالعہ اور تجربہ کاری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ چنانچہ وہ اپنی پہلی نعت میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل کے ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نورِ صبحِ ازل

شب کے بے خانماں کارواں کی طرح ☆ تشنگی میں سسکتی رہی زندگی
آہ و فریاد کا دل دھڑکتا رہا ☆ بے حسی کا جہنم دہکتا رہا
سوچ بے نور ذہنوں میں پلتی رہی ☆ زندگی ظلم گاہوں میں جلتی رہی
اک صدا ظلمتوں سے ابھرتی رہی ☆ الاماں ، الاماں ، الاماں
نورِ صبحِ ازل

بیکراں ظلمتوں کے جگر چیر کر ☆ نور کی ایک کرن چھا گئی دہر پر
ظلمتوں کی فضا جگمگانے لگی ☆ صبح تقدیس کے گیت گانے لگی
صبح پاکیزگی، چھٹ گئی تیرگی، جاگ اٹھی زندگی ☆ بزم توحید میں ایک صدا جاگ اٹھی

جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاکدان گیتی پر تشریف لائے تو اسوقت کے ماحول کی منظر کشی یوں کرتے ہیں ؎

علم کے نور کا اک سمندر اٹھا
سوئے غار حرا اک مقدس صدا
آسماں تا زمیں رحمتوں کے ستارے بکھیرے گئے
کرۂ ارض کے ذرے ذرے کے سینے میں ڈالی گئی
حسن پاکیزگی کے حسین ولولے جگمگانے لگے
عظمت حسن کون و مکاں
اک مقدس بشر میں سموئی گئی
موج در موج رحمت اچھالی گئی
آدمیت محبت میں ڈھالی گئی

اور پھر پوری نعت کا خلاصہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

شہر مکہ کے بازار میں گونج اٹھی
شہر الفت کی گلیوں سے اٹھنے لگی

ایک آواز صل علیٰ ہر طرف پھیلتی ہی گئی
سرور انبیاء آگئے رحمت العالمین آگئے

احمد مجتبیٰ ، سید مصطفیٰ ، سرور مرسلیں
اک محبت کا سورج لیے آگئے

نورِ صبحِ ازل۔ نورِ صبحِ ازل (۶)

جناب طاہر لاہوری اپنی نعت نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الفاظ کے سینے میرے اشکوں سے دھلے ہیں
تب نعت کے انوار خیالوں میں رچے ہیں
ان سے مری ہستی کی سیہ رات ہے روشن
جو دیپ مرے دل میں عقیدت کے جلے ہیں (۷)

اور جناب طاہر لاہوری کے اس شعر میں تو ایک عجیب و غریب لطافت جلوہ فرما ہے۔ جتنی بار پڑھیے یک دیگر گوں کیف و سرور محسوس ہوتا ہے۔

درِ حضور پہ سجدوں میں بے خودی کا سرور
میں اس خطا سے بھی گزرا ہوں قدسیوں کی طرح (۸)

نعت کے میدان میں جناب طاہر لاہوری کی فکری تگ و تاز مختلف رنگ و بو میں سماعت فرمائیں۔

جو نور صلِ علیٰ کی صدا سے پھوٹتا ہے
وہ نور دل پہ برستا ہے رحمتوں کی طرح (۹)

اسی اجالے سے انسانیت ہوئی سیراب
حرا کی غار میں روشن ہوئی تھی جو قندیل (۱۰)

جو قدسیوں کی فراست میں ایک راز رہا
ترے غلام سمجھتے ہیں وہ مقامِ حیات

وجود کون و مکاں تیری ذات کا مظہر
فرازِ حسنِ جہاں تیرے نقش پا کی صفات (۱۱)

تو اپنی ذات کی حد میں بھی لامکاں سا ہے
گدا ہیں در پہ تیرے صاحبِ جلال و جمال (۱۲)

وہی ہے عظمتِ انساں کی آخری منزل
ہے جس کے دم سے دبستانِ زندگی روشن (۱۳)

خیال کی پاکیزگی دیکھیں ۔

دکھاؤ فرد مدینے کے خاک روبوں کی ☆ کہ شاید ان میں ہی لکھا ہو مجھ غریب کا نام
جو سوج موج کے سینے سے ہوک اٹھتی ہے ☆ سمندروں نے بھی سمجھا ہے آپ کا پیغام (۱۴)
جو اک رحمت کا بحر بیکراں ہے ☆ محمد مصطفےٰ کا آستاں ہے (۱۵)
اک نور کا دریا ہے جو بہتا ہے ازل سے ☆ ہر موج کے سینے میں جنوں خیز سحر ہے (۱۶)
قرآن کا حرف حرف محمد کی زندگی ☆ وہ زندگی ہے علم الٰہی کی اک لغات (۱۷)

امت مسلمہ کی زبوں حالی، گناہوں پر دوام واستمرار اور اس پر ڈھٹائی کا منظر دیکھیں ۔

ہوا ایسی چلی ہے اب کے انسانوں کی بستی میں
گناہوں پر نہیں کوئی پشیماں یا رسول اللہ (۱۸)

غرق طوفاں مصائب ہیں پریشاں کم ہیں
ہم خطا کار زیادہ ہیں پشیماں کم ہیں
نام اسلام کا لیتے ہیں مسلماں کم ہیں

یا نبی اب دل مسلم میں صداقت کم ہے
روح قرآں، غم ایماں کی حرارت کم ہے (۱۹)

جناب طاہر لاہوری کی شاعری معرّا، آزاد نعتیہ شاعری پر مبنی ہے۔ ان کے یہاں حب رسول کی جلوہ باریاں ہر ہر شعر میں ایک نئے انداز ایک نئے کیف و سرور کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہیں۔ دیار رسول کی آبلہ پائی میں ان کو بڑا مزہ آتا ہے خلوص و محبت کے ساتھ نعت نگاری ان کا وطیرہ ہے۔ جب وہ نعت لکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سراپا حاضر ہیں۔ وہ خود لکھتے ہیں ۔

مری مجال کہاں مدحتِ حضور لکھوں
بشکل نعت اترتے ہیں ذہن پر الہام

چند اشعار اور دیکھیں ۔

جہاں جہاں مرے آقا کا نام روشن ہے ☆ وہیں وہیں پہ برستی ہے نور کی برسات (۲۰)

میں اٹل بھی کہ لاؤں لبوں پہ نام تیرا ☆ میرے وجود سے اٹھتا ہے رات دن یہ سوال

نہیں ہیں یہ تری مدحت کی شان کے شایاں ☆ شعور و شعر کی وسعت مرے حقیر خیال (۲۱)

اور اپنی اس تحریر کو جناب طاہر لاہوری کے اس شعر پر سمیٹ رہا ہوں ۔

گدائے آقائے طیبہ ہوں اس لیے لوگو!

مراد مانگ ہے روشن سکندروں کی طرح (۲۲)

کتابیات:

(۱) ماہنامہ جہانِ رضا لاہور۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ماہ مئی ۱۹۹۶ء صفحہ ۷

(۲) "اوج" "نعت نمبر ج ۱۔ شاہدرہ کالج لاہور صفحہ ۳۳۰

(۳) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۸

(۴) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری مطبوعہ لاہور صفحہ ۷۵

(۵) "اوج" "نعت نمبر ج ا رشاہدرہ کالج لاہور صفحہ ۱۵۸

(۶) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۳۸/۴۱

(۷) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۵۳

(۸) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۵۴

(۹) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۵۴

(۱۰) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۵۲

(۱۱) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۴۸

(۱۲) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۵۰

(۱۳) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۶۵

(۱۴) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۷۶

(۱۵) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۷۳

(۱۶) جمالِ کون ومکاں ۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۶۸

(۱۷) جمالِ کون ومکاں ۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۶۰

(۱۸) جمالِ کون ومکاں ۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۷۹

(۱۹) جمالِ کون ومکاں ۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۶۲

(۲۰) جمالِ کون ومکاں ۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۴۹

(۲۱) جمالِ کون ومکاں ۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۵۰

(۲۲) جمالِ کون ومکاں ۔ طاہر لاہوری لاہور صفحہ ۵۵

مطبوعہ سہ ماہی ۔ افکارِ رضا شمارہ ۱ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء ڈمٹمکر روڈ بمبئی ص ۶۴/۵۷

☆☆☆☆

☆☆☆

☆☆

☆

حضرت مولانا سید نعیم الدین

مرادآبادی اوران کی نعتیہ شاعری کا ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

نعت کے لغوی اوراصطلاحی مفہوم:

لسان العرب. نعت:انعت: وصفك الشئ تنعته بمافيه وتبالغ فی صفه والنعت مانعت به. نعت ینعته .نعتاً وصفه ورجل ناعت من قوم نعات قال الشاعر ۔

النعتها انی من نعتها
ونعت الشئی وتنعه اذاوصفته

قال ابن الاعرابی: النعت اذاحسن وجهه حتیٰ ینعت وصفه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول ابن الاثیر:النعت وصف الشئی بمافیه من حسن ولا یقال فی القبیح الاان یکلف متکلف فیقول نعت سو، والوصف یقال فی الحسن والقبیح:

وناعتون وناعتین جمعیا موضوع یقال الراعی ۔
حی الدیاردیارام بشیر
بنویعتین فشاطی التسریر

انمارادا ناعتین ۲/۳ ،فصعی (۱)

نعت کے معنی وصف کے ہیں خصوصاً جب آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں تو اس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔(۲)

قرآن مجید میں اس مادہ ''نعت'' کا کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا۔البتہ بعض مفسرین نے

قرآن کی تشریح وترجمانی ترجمہ میں اس لفظ کو وصف کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ احادیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشمائل نبوی (حافظ محمد بن عیسیٰ) میں نعت کا لفظ اپنی مختلف نحوی اور صرفی صورتوں میں قریباً پچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے۔(۳)

مطالعہ حدیث ہی کی روشنی میں بعض شارحین ومفسرین حدیث نے اپنی تحریروں میں نعت کو مطلق وصف کی عمومیت سے نکال کر اسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف سے وابستہ کیا ہے۔ اور اسے ایک تخصیصی مفہوم کا حامل ٹھہرایا۔ غالباً ''النہایہ فی غریب الحدیث والاثر'' وہ پہلا ماخذ ہے جس میں اس کے مرتب ابن اثیر (۵۴۴۔۶۰۶) نے لفظ نعت کو اصطلاحی مفہوم میں پیش کیا۔(۴)

اسی اصطلاح کی ہم زبانی کرتے ہوئے ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی لکھتے ہیں۔ ''نعت کے لغوی معنی ہیں'' خوبصورت وصف'' یعنی کسی کی خوبیاں بیان کرنا لیکن اب لفظ نعت مستقل اصطلاح کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس کے معنی ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا اور وصف بیان کرنا۔(۵)

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی لکھتے ہیں۔

''اردو لغات میں اگر چہ عربی وفارسی لغات کی پیروی میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسول دونوں معنی میں آیا ہے۔ مگر جیسا کہ ''نور اللغات'' کے مرتب نے لکھا ہے کہ'' یہ لفظ معنی مطلق وصف ہے لیکن اس کا استعمال آنحضرت کی ستائش وثنا کے لیے مخصوص ہے۔ اردو زبان وادب میں مطلق وصف کے معنی میں اس کا استعمال قریب قریب ناپید ہے۔ شعر وادب میں لفظ نعت کا وصف رسول کے علاوہ استعمال دیکھنے میں نہیں آتا۔ اس کی بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ عربی سے فارسی اور پھر فارسی سے اردو شعر وادب کے آغاز تک یہ لفظ وصف مطلق کی عمومیت سے نکل کر آنحضرت کی تعریف ومداحی کے لیے مخصوص ہو چکا تھا۔ یعنی اردو لغت زبان وشعر وادب میں اس کے معنی سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف ہی کے مفہوم سے منسوب ومختص ہے(۶)

نعت کی تاریخی حیثیت:

نعت کی آفاقیت اس کی ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ اس کو زمان ومکان، زبان وادب، تہذیب وثقافت کی قیود سے مقید نہیں کیا جاسکتا۔ آج نعت کا سرمایہ کرۂ ارض پر بولی اور سمجھی جانے والی ہر اس زبان وادب میں پایا جاتا ہے جس کے حوالے سے لوگ محسنِ انسانیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت سے واقف کار ہیں۔"

چنانچہ سید مظفر حسین بخاری لکھتے ہیں۔ "نعت گوئی کبھی بھی زمان ومکان، زبان وبیان کی پابند نہیں رہی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے اب تک مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں کیا شعراء کیا نثر نگار سبھی نعت کہتے آئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمان جس خطہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وہاں کی زبان میں وہاں کے شعروادب میں نعت کے گلہائے رنگارنگ راحتِ جاں کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ (۷)

مشکل صرف اتنی سی ہے کہ دنیا کا کوئی بھی اسکالر اس بات کا حتمی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ کرۂ ارض پر بولی جانے والی تمام زبانوں کا ماہر یا ماہر لسانیات ہے۔ میرے اپنے خیال میں دنیا کی تمام زبانوں اور بولیوں کی بات تو الگ ہے۔ کسی ملک کا باشندہ اپنے ہی ملک میں بولی جانے والی تمام تر علاقائی زبانوں اور بولیوں کی ہمہ دانی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ ورنہ صنفِ نعت کی آفاقیت کا یہ عالم ہے کہ اگر اس کے تاروپود ایک دوسرے سے ہم رشتہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوں تو ہماری آنکھیں پتھرا جائیں اور دل ودماغ حیرت کے سمندر میں ہچکولے کھانے لگیں۔

سرمایۂ نعت کے مطالعہ کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جس وقت ہمارے پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاک دانِ گیتی پر تشریف لائے تھے۔ اس سے سالہا سال قبل دنیا رسولِ رحمت کی آمد کے وجد آفریں اور ایمان بخش مژدے سے گونج رہی تھی۔ یقیناً یہ تذکار نعت تو نہیں لیکن نعت ہی سے ہم رشتہ "تہنیت نامہ" کا درجہ ضرور رکھتے ہیں۔ چنانچہ راقم نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" میں قلم بند کیا ہے کہ

انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہونے والی تمام کتابوں اور صحیفوں میں آپ کی

بعثت کا ذکر بڑے واضح اور صریح انداز میں "بشارۃ النبی" کے طور پر ملتا ہے۔ انھیں بشارات کو لے کر کچھ لوگوں نے آپ کی بارگاہ میں بعثت وولادت سے قبل اپنی عقیدت ومحبت کا خراج پیش کیا ہے اور یہ تہنیتیں صرف عربی نظم ونثر میں ہی نہیں بلکہ عبرانی، سریانی اور دوسری زبانوں میں بھی ملتی ہیں۔ انھیں تہنیت ناموں سے بعض محققین نے عربی کی نعتیہ شاعری کو جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس کوشش نے مدح ونعت کی عصری معنویت کو دھندلا دیا ہے۔ مقالہ نگار کی تمنا ہے کہ نعت کی اختصاصی حرمت مجروح نہ ہو اس لیے کہ نعت کا محور ومرکز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا، شمائل وفضائل عادت واطوار ہیں اور یہ سارے محامد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہی کائنات کی توجہ کا مرکز ومحور بنے۔ (۸)

ڈاکٹر سید شمیم گوہر نعت گوئی کے حوالے سے ان تہنیت ناموں میں تبع حمیری بادشاہ یمن کے تہنیت نامے کو اولیت کا درجہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جہاں تک شاعری کی زبان میں مدح ونعت کا تعلق ہے بعثت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال قبل شاید سب سے پہلی بار تبع حمیری بادشاہ یمن نے نعتیہ شاعری کی ابتداء کی اور اس نے شاعری کی بنیاد رکھی۔"

کتب تواریخ میں منقول ہے کہ بعثتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال قبل تبع بادشاہ یمن ممالک مشرقیہ کی فتح کے لیے نکلا تو اس کا گزر مدینہ منورہ بھی ہوا۔ وہ اپنے بیٹے کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے خود شام وعراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ کی روانگی کے بعد لوگوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا بادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ انتقام لینے کے لیے فوراً پلٹا اور قتل عام کا حکم دے دیا۔ علمائے یہود کہنے لگے تمھیں معلوم ہے یہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس ہجرت گاہ ہے۔ یہاں تمہارا یہ حکم ہرگز جاری نہ ہوگا۔ بادشاہ اپنے ارادے سے باز آیا اس کے سینے میں عقیدت ومحبت کی کرن جاگی اور اس کے ہمراہ جو چار سو علماء آئے تھے انھوں نے یہاں سے جانا پسند نہ کیا۔ اس سے پہلے کہ بادشاہ یہاں سے روانہ ہوتا اس نے سب کے رہنے کے لیے گھر بنوائے، سیم وزر اور غلام دیے۔ اس کے علاوہ الگ

سے ایک گھر پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بھی تعمیر کروایا اور اللہ کے آخری پیغمبر کے نام ایک انتہائی عقیدت مندانہ خط لکھا اس پر سونے کی مہر لگا کر یہودی عالم سامون کے حوالے کیا اور یہ وصیت کی کہ اگر تجھے پیغمبر آخر الزماں کا دیدار نصیب ہو جائے تو میرا یہ خط ان کی خدمت میں حاضر کرنا۔ ورنہ تیری اولاد میں سے جس کے زمانے میں بھی ان کا ورود ہو وہ میرا یہ خط ان کی بارگاہ میں حاضر کر دے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سامون کی اکیسویں پشت سے تھے حضرت ابو لیلیٰ کے ذریعہ وہ خط حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مکہ شریف بھجوایا اور مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضرت ابو لیلیٰ نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر وہ خط پیش کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔'' آپ نے تین بار فرمایا ''مرحبا لاخ الصالح''۔

بادشاہ یمن نے اپنے خط میں جو اشعار لکھے تھے۔ وہ یہ ہیں ؎

شهدت علی احمد انه
رسول من الله باری النسیم
فلو مدّ عمری الی عمره
لکنت وزیرا له وابن عم

(۱) میں حضور احمد مجتبیٰ کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ بلاشبہ اس اللہ کی جانب سے رسول ہیں جس نے مٹی سے انسان کو پیدا کیا۔
(۲) اگر میں آپ کے ظہور مبارک کے زمانے تک زندہ رہا تو میں ان کا وزیر اور ابن عم ہوں گا۔ (۹)

ان تہنیت ناموں میں مرہ بن کعب، حضرت عبدالمطلب، حضرت آمنہ، حضرت عکان بن عوامیر اور فرشتے کی تہنیت کا ذکر بالتفصیل مقالہ نگار کے تحقیقی مقالہ ''نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء (ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ) میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اوّلین نعت گو:

جہاں تک اوّلین نعت گو کی بات ہے تو اس کا سہرا جناب ابو طالب کے سر ہے۔

جناب ابوطالب کے وہ اشعار آج بھی جب ہماری زبان پر آتے ہیں تو قلب کو گرما دیتے ہیں اور ہماری روح کو تڑپا دیتے ہیں۔ جناب ابوطالب نے ہمارے سرکار کی محبت میں سرشار ہو کر کہا تھا۔

کذبتم وبیت اللہ نترک مکۃ
ونظعن الامر کم فی بلابل
کذبتم وبیت اللہ نبذی محمداً
ولمانظاعن دونہ ونناضل
ونسلمہ حتی نصرع حولہ
ونذھل عن ابنائناو الحلائل

(۱) بیت اللہ کی قسم تم جھوٹ بولے کہ ہم مکہ چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے یہ محض تمہارا خیال اور تمہارے وسوسے ہیں۔

(۲) تم غلط سمجھتے ہو بیت اللہ کی قسم ہم محمد کو مغلوب نہ ہونے دیں گے حالانکہ اب تک ان کی حمایت میں مدافعانہ جنگ بھی نہیں کی ہے اور نہ قوت آزمائی ہی کی ہے یعنی جب تک ان کی طرف سے لڑ کر جانیں قربان نہ کر دیں گے! ہم ایسا نہ ہونے دیں گے۔

(۳) اور کیا ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے گرد و پیش اپنی بیوی بچوں کو فراموش کر کے اپنی جانیں نہ قربان کرلیں۔ (۱۰)

جناب ابوطالب کی نعت گوئی کا وہ سفر یا ان تہمت ناموں کی وہ روش کتنی نیک و مسعود تھی کہ اس نے ان گنت لوگوں کو اس راہ پر لا کر ڈال دیا۔ چنانچہ عربی کے جن نعت گو شعراء کا ذکر نعتیہ تاریخ و ادب کے حوالے سے ملتا ہے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) حضرت ابوطالب (۲) حضرت حمزہ (۳) حضرت عباس (۴) حضرت ابوبکر صدیق (۵) کعب بن زہیر (۶) حضرت عمر فاروق (۷) حضرت عثمان غنی (۸) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۹) حضرت علی (۱۰) حضرت ابوسفیان (۱۱) حضرت عائشہ صدیقہ (۱۲)

حضرت فاطمۃ الزہرہ(۱۳)حضرت حسان بن ثابت(۱۴)حضرت امام زین العابدین (۱۵)حضرت امام اعظم ابوحنیفہ(۱۶)حضرت ابوبکر محی الدین ابن عربی(۱۷)حضرت شرف الدین بوصیری(۱۸)حضرت سید غلام علی حسین آزاد بلگرامی(۱۹)والدین عبدالرحمٰن ابن خلدون(۲۰)مولانا فضل حق خیرآبادی(۲۱)مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی(۲۲)مولانا احمد رضا بریلوی(۲۳)مولانا حامد رضا بریلوی(۲۴)مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی۔

اس نیک سفر کے راہ رو جن کو دنیا عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور شاعر اسلام یا عاشق رسول کے نام سے جانتی ہے ان سب کے نام انگلیوں پر تو گنائے نہیں جاسکتے مگر ان کے ذکر سے صرف نظر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ فارسی کے چند مشہور نعت گوشعراء کا ذکر کچھ اس طرح ہے۔

(۱)غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی بغدادی(۲)ابوالقاسم فردوسی(۳)خواجہ قطب الدین بختیار کاکی(۴)شمس الدین تبریز(۵)جلال الدین رومی(۶)سعدی شیرازی (۷)خواجہ معین الدین اجمیری(۸)حضرت بوعلی قلندر(۹)حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء(۱۰)امیر خسرو دہلوی(۱۱)عبدالرحمٰن جامی(۱۲)عرفی شیرازی(۱۳)حضرت عبدالحق دہلوی(۱۴)جان محمد قدسی(۱۵)اسداللہ خاں غالب(۱۶)مولانا احمد رضا بریلوی (۱۷)شبلی نعمانی(۱۸)حالی(۱۹)سید محمد امین علی نقوی(۲۰)مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔

اردو کے اس نعتیہ سفرنامے کا آغاز حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہے۔ جو ایک صوفی منش، درویش صفت، اللہ کے مقبول ومحبوب بندے تھے۔انہوں نے اس سفر کا آغاز کیا کیا گویا دبستان کھل گیا۔ ہر مصنف اپنی تصنیف وتالیف کی ابتدا حمد باری تعالیٰ ونعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرنے لگا۔ نثر ونظم میں لکھی جانے والی ہر کتاب کے شروع میں حمد ونعت کا یہ تصور ناگزیر خیال کیا جانے لگا۔

حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس مقدس سفر کا آغاز کیا تھا اس

کے راہ رووں میں جہاں محمد علی قلی قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ، ولی دکنی، سید محمد فراقی، بیجاپوری، محمد رفیع سودا، میر تقی میر، شیخ قلندر بخش جرأت، غلام مصطفیٰ ہمدانی مصحفی، کرامت علی شہیدی، محسن کاکوروی، امیر مینائی، مولانا احمد رضا بریلوی، مولانا حسن رضا بریلوی کے نام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ انہیں رہ رووں میں ایک روشن نام "صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی" کا بھی ہے۔

سوانحی خاکہ

حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی ولادت ۲۱ر صفر المظفر ۱۳۰۰ھ یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز شنبہ مبارکہ کو شہر مرادآباد، یوپی، بھارت میں ہوئی۔

تاریخی نام "غلام مصطفیٰ" ہے۔ والد ماجد و مورث اعلیٰ مولانا معین الدین نزہت، مولانا امین الدین راسخ، مولانا کریم الدین آرزو اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد مولانا معین الدین نزہت سے حاصل کی، ۸ر سال کی عمر میں حافظ سید نبی بخش اور حافظ حفظ اللہ خاں کے پاس قرآن پاک حفظ کیا (۱۱)

مولانا شاہ فضل احمد امروہوی اور شیخ الکل حضرت مولانا شاہ محمد گل سے علوم متداولہ میں کمال پیدا کیا۔ فن طب میں مہارت حاصل کی موخر الذکر بزرگ سے شرف بیعت حاصل کر کے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی ہے۔ ۱۳۲۰ھ میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد سے سند فراغت حاصل کی۔ والد ماجد نے مادۂ تاریخ اس شعر سے نکالا۔

نزہت نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے
دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت ۱۳۲۰ھ (۱۲)

حضرت صدرالافاضل کی علمی وجاہت و سربلندی کا یہ عالم ہے کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی نے آپ کے علم و فضل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پذیرائی

فرمائی۔ خلفائے اعلیٰ حضرت کے مرتبین نے لکھا ہے۔

''صدر الافاضل متبحر عالم اور صاحب بصیرت سیاستداں تھے۔ علمی پائگاہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ''الطاری الداری'' کا مسودہ آپ کو دکھایا اور جب آپ نے بعض ترمیمات کی سفارش کی تو قبول کرلی گئیں۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں ''الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ'' تصنیف فرمائی۔ ڈیڑھ درجن سے زیادہ کتابیں آپ سے یادگار ہیں۔'' (۱۳)

حضرت فاضل بریلوی نے ''الاستمداد'' کے نام سے ایک موقر رسالہ (مجموعہ کلام) قلم بند کیا ہے۔ جس میں آپ نے جملہ فرقہ باطلہ کا رد وابطال نظم میں فرمایا ہے۔ اسی رسالہ میں آپ نے اپنے جملہ احباب وخلفاء کا ذکر نظم میں کیا ہے اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ ومنصب کے لحاظ سے خدمتِ دین کرنے کی دعائیں دی ہیں اور فخر ومباہات فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سے بلائیں سہاتے یہ ہیں (۱۴)

سیاسی دیدہ وری:

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اپنے وقت کے ایک جید عالم دین اور دیدہ ور سیاست داں کی حیثیت سے بھی تاریخ ہند میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب آپ کی سیاسی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صدر الافاضل جس دور میں تھے وہ سیاسی اعتبار سے بڑا پر آشوب دور تھا۔ لیکن جس تدبر کے ذریعہ انہوں نے قوم کی قیادت فرمائی وہ قابل تحسین ہے۔ عام سیاسی رہنماؤں کی طرح وہ نہ تھے ان کا سیاسی شعور کتاب وسنت کی روشنی میں تھا وہ ہر مسئلہ کو شریعت کی روشنی میں پرکھنے کے عادی تھے ان کا سیاسی شعور مستعار نہیں تھا بلکہ خود وہ اس کے موجد تھے۔ جب ہنود نے کانگریسی مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر طرح طرح کی حرص

وآز سے ان کی زبانیں گنگ کردیں اور ہر طرح انہیں اپنا ہم نوا بنالیا۔ پھر ان کی مشترکہ سازش سے بھولے بھالے مسلمانوں کی نیست ونابود کرنے کی جو مکروہ چالیں چلیں اور جو ایذائیں پہونچائیں وہ خود کانگریس کے ظلم وستم کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ شدھی تحریک، آریہ سماجی شردھانند، گروکل اسی ناپاک اور مکروہ سازش کے نتائج وثمرات ہیں۔ جب ان سازشوں کے ذریعہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے ان کی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کی گئی، ان کی جائیدادو املاک کو نیست ونابود کیا گیا۔ ان کے بچوں کو یتیم کیا گیا تو اس پُر آشوب اور پر فتن ماحول میں مسلمانوں کی کوئی ایسی تنظیم نہیں تھی جو اس ظلم وستم کا سدباب کرتی۔ لے دے کر وہی "جمیعۃ العلماء ہند" تھی جو کانگریس کے ہاتھوں اپنے دین ومذہب کا سودا کرچکی تھی۔ جب کانگریسیوں کی جارحیت وبربریت حد سے تجاوز کرگئی اور ان کے ظلم وستم کا پانی سر سے اونچا ہوگیا تو صدرالافاضل کی انقلاب آفرین شخصیت نے غیرت مند مسلمانوں سے للکار کر فرماتے۔

"دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ ہندوؤں پر بھروسہ کرنا کسی وقت بھی صحیح نہ تھا۔ فرمان حق، حق نکلا۔ کفار سے مسلمان کی فلاح وبہبود کی توقع رکھنا سخت نادانی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ (۱۵)

مناظرانہ حیثیت:

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی زندگی کا ایک روشن باب ان کی مناظرانہ حیثیت ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کے رہنماؤں سے مناظرے کیئے اور ان کو شکستِ فاش دی اور اسلام کی سربلندی ثابت کرکے چھوڑا۔ ایک مناظرہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مرادآباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریر کرتے تھے۔ حضرت مسجد قلعہ سے نماز جمعہ پڑھا کر واپس آرہے تھے۔ ملاحظہ فرمایا کہ

آریہ مبلغ اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسہ کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گئے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے۔ میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے۔ حضرت نے فرمایا: پنڈت جی! آپ کا کیا اعتراض ہے۔ بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں۔ اس نے بڑی تسلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے۔ آپ کیا جواب دیں گے۔ حضرت نے فرمایا "آپ اعتراض تو کیجئے پھر دیکھئے تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں" اس نے کہا آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ زید حضور کے بیٹے نہ تھے متبنیٰ تھے جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے کرم سے انہیں اپنا بیٹا بنایا تھا۔ شریعت اسلامیہ میں منھ بولا بیٹا ہوتا ہے نہ وہ ورثہ پاتا ہے اور اگر مر جائے تو نہ اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے۔" آریہ کہنے لگا "منھ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔"

حضرت نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے۔ صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرایہ سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا۔ مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا۔ سارا مجمع اس سے کہتا کہ عقل کی روشنی میں دیکھ مگر وہ کہتا میں نہیں مانتا۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں تجھے ابھی منوا دیتا ہوں سنو! مجمع والو میں کہتا ہوں کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ "پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ اب میرے کہنے سے تم میرے منھ بولے بیٹے ہو گئے اور بقول تمہارے منھ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ بیٹے کی بیوی حرام بیٹے کی ماں حلال تو تمہاری ماں میرے لیے حلال ہو گئی۔" آریہ پنڈت کہنے لگا "آپ گالی دیتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "میرا مدعا ثابت جب تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منھ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہوتا۔" یہ سن کر

پنڈت مجمع سے چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے تھے اب میں جاتا ہوں۔(۱۶)

اس وقت میرے پاس حضرت صدر الافاضل کے نعتیہ دیوان "ریاض نعیم" کا جو نسخہ ہے وہ مکتبۂ نعیمیہ دیپا سرائے سنبھل مراد آباد سے چھپا ہے۔ مگر افسوس اس بات پر ہے کہ اس نسخہ کے شروع میں نہ تو کوئی مقدمہ ہے اور نہ ہی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی شاعرانہ عظمت پر کوئی دقیع مضمون ہی۔

آپ کے دیوان کی ابتداء مسنون طریقہ پر حمد سے ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں ۔

سب کا پیدا کرنے والا میرا مولیٰ میرا مولیٰ
سب سے افضل سب سے اعلیٰ میرا مولیٰ میرا مولیٰ
جگ کا خالق سب کا مالک وہ ہی باقی، باقی ہالک
سچا مالک سچا آقا میرا مولیٰ میرا مولیٰ (۱۷)

حمد باری تعالیٰ کے بعد نعت نبی کا آغاز ہوتا ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں ۔

اے بہار زندگی بخش مدینہ مرحبا | اے فضائے جانفزائے باغ طیبہ مرحبا
غنچہ پژمردہ دل کو شگفتہ کردیا | مرحبا اے بادِ صحرائے مدینہ مرحبا
سرمہ نور بصر ہوآ کے میرے آنکھوں میں | مرحبا صد مرحبا اے خاک بطحا مرحبا
آستانِ پاک پر امیدواروں کے ہجوم | رحمت عالم سے کہتے ہیں کریما مرحبا
یہ نعیم الدین اور طیبہ کے جلوے یا عجب | مرحبا فضل وعطائے شاہ طیبہ مرحبا (۱۸)

اس کے بعد حضرت صدر الافاضل نے اپنے پیر و مرشد حضور سیدی شاہ علی حسین الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں ایک منقبت تحریر کی ہے۔ منقبت کے شعروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اس منقبت کو مقام مطاف میں بیٹھ کر تحریر فرمایا ہے۔ حج یا زیارت بیت اللہ وزیارت روضۂ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثبوت درج ذیل اشعار سے بھی ملتا ہے ۔

دیار نبی میں گزر ہوگئی
یہ تقدیر کس اوج پر ہوگئی

لیے قلب مضطر مدینہ میں پہنچا
تسلی زمین چوم کر ہو گئی
نگاہیں فدا روضۂ پاک پر
جبیں عاشق سنگ در ہو گئی (۱۹)

اس کے بعد "دیگر" کر کے دو نعتیں ہیں۔ ان نعتوں میں تغزل کا مفہوم اس قدر گھما گھمی کے ساتھ جلوہ فرما ہے کہ بڑی مشکل سے امتیاز ہو پاتا ہے کہ نعتیہ کلام ہے۔ نعت یا حمد میں اس طرح تغزل کے مفہوم کو پیش کرنا صوفی شاعروں کا طریقہ رہا ہے اور صدرالافاضل کو یہ جداگانہ انداز اپنے پیر و مرشد حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی سے ملا ہے وہ فرماتے ہیں۔

راز وحدت کھلے نعیم الدین
اشرفی کا یہ فیض ہے تجھ پر (۲۰)

حضرت سید شاہ علی حسین کچھوچھوی اپنے زمانہ کے جید عالم دین تھے۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر قبول اسلام کیا۔ سلسلۂ ارادت بھی کافی وسیع تھا خلفائے اعلیٰ حضرت کے مرتبین لکھتے ہیں۔

"صدرالافاضل حضرت شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔ بیعت کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آپ کو حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۵ھ) کے سپرد کر دیا۔ حضرت صدرالافاضل نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ ہی سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ آپ ہی کی اجازت سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) سے بھی خلافت و اجازت حاصل کی۔ صدرالافاضل فاضل بریلوی کے رازدار اور رمز شناس تھے۔ آپ نے ان کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا۔ اور مسلمانانِ ہند کی سیاسی اور مذہبی امور میں رہنمائی کی۔ (۲۱)

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ حضرت صدرالافاضل کے نعتیہ کلام میں عشق و وارفتگی کا ایک الگ ہی رنگ پایا جاتا ہے۔ جس کی تہ تک رسائی کے لیے بہت ہی تجسس اور فکری شعور کی

ضرورت ہے اور وہ رنگ ہے عشقِ حقیقی یا تصوف کا۔ جب ہم حضرات صوفیائے کرام کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کے کلام میں وہی شعور وفکر اور احساسات ملتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار۔ فرماتے ہیں ۔

شیخ ما عشق ست و ما پے در پے او تا ابد
بے عصا و خرقہ و کچکول و لنگری رویم

ترجمہ: ہمارا مرشد عشق ہے اور ہم ہمیشہ اس کے پیچھے بلا لاٹھی، گدڑی، کشکول اور خوراک کے جا رہے ہیں۔

بے تماشائے جمالت روضہ را ہاموں کنم
حورعین را از درون قصرہا بیرون کنم

ترجمہ: اگر جنت میں تیرا دیدار نہ ہوگا تو میں اس جنت کے باغ کو ویرانے میں بدل دوں گا اور خوبصورت آنکھوں والی حوروں کو جنتی محلات سے باہر نکال دوں گا۔

گر نہ خواہد بود اندر صدر جنت وصل یار
قعر دوزخ عاشقاں خواہند کردن اختیار

ترجمہ: اگر جنت میں وصال یار نہ ہوگا تو عاشق دوزخ کی گہرائیوں میں بسنا پسند کریں گے۔

ہم نیم شب از گلِ تختے تا روز سازم مسکنے
چوں گلخنے شد ایں دلم از دست عشق

ترجمہ: میں آدھی رات سے صبح تک "بھٹی" میں پڑا رہتا ہوں۔ تمہارے عشق کے ہاتھوں میرا دل خود ایک بھٹی بن چکا ہے (۲۲)

اب حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی نعتوں کے چند اشعار اسی قبیل کے ملاحظہ فرمائیں ۔

ہے کون جو شائق ہو مری طرح ستم کا — مشتاق دل وجان سے ہوں درد کا غم کا
دزدیدہ نگاہوں سے مجھے آپ نے دیکھا — ممنون ہوں میں آپ کے اس لطف وکرم کا
سنتے ہیں نعیم آتے ہیں وہ بہر عیادت — کیا آج ستارہ مری تقدیر کا چمکا (۲۳)

کس کے وعدہ پہ اعتبار رہا — مرتے مرتے بھی انتظار رہا
آنکھ وہ دید سے جو شاد رہی — دل جو دلبر سے ہم کنار رہا
ہائے منعم کی بے کسی افسوس — نزع میں بھی اشک بار رہا (۲۴)

تکتے رہتے ہیں عجب طرح سے راہ امید — حسرت دید تماشائے نگاہ امید
بے نیازی نے تری مار ہی ڈالا ہوتا — خیر سے بچ گئے ہم پا کے پناہ امید
آپ جاتے ہیں مرے گھر سے تو یہ یاد رہے — چھوڑ کے آئے ہیں منعم کو تباہ امید (۲۵)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کے نعتیہ دیوان ''ریاض نعیم'' میں چند ''مخمسے'' بھی ہیں۔ دو مخمسے حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرز وآہنگ اور ان کی فکر کی روشنی میں کہے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہر ایک سے نمونۂ کلام ؎

اَحسن اللہ الینا احسنا — بارک اللہ تعالیٰ فینا
نحن فی سکۃ بلدک طفنا — شرف کعبہ بود کوئے ترا
زادھا اللہ تعالیٰ شرفا

زانکہ بد از عشقش سرمست — دلق اندر وبغل کاسہ وبدست
دلق انداختہ وکاسہ شکست — زائر کوئے تو از کعبہ گزشت
سر کوئے تو کجا کعبہ کجا (۲۶)

یہ ہجراں وحرماں کے صدمے اشد — یہ دوری کے رنج والم بے عدد
ہمارے غموں کی نہیں کوئی حد — نہ پیکے کہ از تا پیامش برد
نہ بادے کہ روزے سلامش برد

نہ بے چینی میں کچھ کمی ہے نہ کاست — نہ دل را قرارے نہ غم را دواست

ہو کس طرح سے کوئی تدبیر راست　　مرا طاقت دیدن او کجا ست

کہ بیخود شود ہر کہ نامش برد (۲۷)

مریض الحب یامولائی یهواك　　ولا یغشیه شئی غیرلقیاك

کرم کن بر غریباں طاب مشاک　　زہجراں برلب آمد جان غم ناک

الا یالیت شعری این القاك

رہے غیر از رہ عشقت نہ پویم　　حدیثے جز ثنائے تو نہ گویم

زلوح قلب نقش غیر شویم　　بہر جمعیتی وصل تو جویم

لعل الله یجمعنی وایاك (۲۸)

☆☆☆

رب احمد کی قسم احمد ذیشاں کی قسم　　اپنے آقا کی قسم شاہ رسولاں کی قسم

دردِ دل کی قسم اپنے دل پنہاں کی قسم　　مٹ گئے عشق میں خاک درِ جاناں کی قسم

پھر بھی بے چین ہے دل جنبش داماں کی قسم

ملتی ہے تیری غلامی سے نجات ابدی　　تجھ میں گم ہونے کو کہتے ہیں ثبات ابدی

تجھ پہ مٹ جاؤں تو حاصل ہوں صفات ابدی　　تجھ پہ مرنے کو سمجھتا ہوں حیات ابدی

آرزوں کی قسم حسرت وارماں کی قسم (۲۹)

نہ روزے کہ مغموم وحزوں نہ گریم　　نہ شامے کہ من ہم چوں مجنوں نہ گریم

نہ وقتے کہ از نیل افزوں نہ گریم　　دمے نگزرد کز غمت خوں نہ گریم

زوصلت جدا ماندہ ام چوں نہ گریم

بہ سلطان خوباں مراہست رازے　　بدرگاہ سرکار در ارم نیازے

بہ بلبل جہاں کے کند قلب سازے　　نہ بینم بطرف چمن سرو نازے

کہ از شوق آں قدر موزوں نہ گریم (۳۰)

زبان لال ہے نطق مجسمہ انشاء کی　　عجب ہے عاجزی افکار عرش پیما کی

ہو مدح کس طرح اس لعل عالم آراء کی — گل از نزاکت لبہائے دل رہا حاکی
قمرز طلعت رخسار پر ضیا حاکی

حواس و عقل و خرد و فہم و دانش و فطنت — جلال حسن سے سب کو ہے عالم حیرت
زمین والے کریں کیا کمال کی مدحت — نجوم واصف لمعان نور دندانت
خوراز جبیں پر انور مصطفیٰ حاکی (۳۱)

اَلذّات عن العیوب خالی — والوصف من البیان عالی
فرد صمد عن المثالی — اے مظہر حسن لایزالی
مرات جمال ذوالجلالی (۳۲)

حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کے نعتیہ دیوان "ریاض نعیم" میں تین منقبتیں بھی ہیں۔ پہلی منقبت انہوں نے اپنے پیرومرشد حضور سیدی شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تحریر کی ہے جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے، ملاحظہ ہوں چند اشعار ؎

شد دلم چو بکعبہ طواف را
پُر نو کرد از رخ روشن مطاف را
بارید در ز نرگس و سیراب تر نمود
گل را وچاہ را و صراحی صاف را
اے دستگیر دست نعیم حزیں بگیر
انجا کہ حزن نیست مرا اہل عفاف را (۳۳)

دوسری منقبت شہزادۂ عالی جاہ حضرت امام علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے جس میں حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے حضرت امام علی اکبر کے ان تمام اوصاف کا ذکر کیا ہے جو ان کی قدر آور شخصیت کا جز تھے ؎

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب
صبر دل خدیجہ پاک ارم قباب

لخت دل امام حسین ابن بو تراب
شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب
گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ کے اٹھا ہی تھا نقاب
مہر سپہر ہوگیا خجالت سے آب آب
شہزادۂ جلیل علی اکبر جمیل
بستان حسن میں گل خوش منظر شباب (۳۴)

اور تیسری منقبت شہید کربلا امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔ یہ منقبت اتنے سلیس اور دلنشیں انداز میں تحریر کی گئی ہے کہ جی چاہتا ہے پڑھتے ہی رہیے ۔

عابد کبیر یا امام حسین ☆ زاہد بے ریا امام حسین
گل گلزار سید عالم ☆ مہہ جبیں خوش لقا امام حسین
حضرت فاطمہ کے نور نظر ☆ دین حق کی ضیاء امام حسین
قرۃ العین حضرت حیدر ☆ سید اولیاء امام حسین
سبط اکبر کے راحت دل وجاں ☆ قوت مجتبیٰ امام حسین
جملہ اصحاب کے قرار دل ☆ وارث انبیاء امام حسین (۳۵)

حضرت صدر الافاضل کے نعتیہ دیوان میں ''ترجیع بند'' اور مناجات کے عناصر بھی جلوہ فرما ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ایک ترجیع بند میں فرماتے ہیں ۔

کھول دو سینہ مرا فاتح مکہ آکر ☆ کعبۂ دل سے صنم کھینچ کے کردو باہر
پردے غفلت کے نگاہوں سے ہٹادو یکسر ☆ مجھ سیہ کار پہ فرما دو عنایت کی نظر
نور ایماں سے میرا سینہ منور کردو
دل میں عشق رخ پر نور کا جذبہ بھر دو

دلِ تاریک کرم ہو تو مجلّٰی ہو جائے   تیرہ آئینہ توجہ سے مصفا ہو جائے

سینہ انوار گہہ جلوۂ مولیٰ ہو جائے   دل میں تم آؤ تو دل عرش معلّٰی ہو جائے

نورِ ایماں سے میرا سینہ منور کر دو

دل میں عشق رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو (۳۶)

حضرت صدر الافاضل کی مناجات احساس دروں کا ایک ایسا مرقع ہے۔ جس کو پڑھنے کے بعد اپنے کرتوتوں کا احساس ہوتا ہے اور دل اندر ہی اندر ملامت کے ساتھ توبہ و استغفار بھی کرتا ہے۔ الحاصل یہ مناجات ایک وظیفے کا درجہ رکھتی ہے ایسا وظیفہ جس سے رب کریم کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ۔

رہے گی ناخنِ فرقت کی کب تک سینہ افگاری

کرے گی یاس تا کہ زخم دل پر کے نمک باری

بہیں گے دل کے ٹکڑے بن کے آنسو آنکھ سے کب تک

رہیں گے چشم پُر ارماں سے کب تک اشک غم جاری

نہ کچھ حسن عمل ہی ہے نہ کوئی مادی ساماں

جو کچھ ساماں ہے تو چھوٹی سی تھوڑی گریہ وزاری

ذرا بھی چشم رحمت ہو تو مٹ جائیں گناہ میرے

مرادیں سب برآئیں نکلیں دل کی حسرتیں ساری

وہ الطاف کریمانہ ہوں وہ انعام شاہانہ

نعیم الدین کو دیکھیں دیدہ حسرت سے درباری (۳۷)

حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی نعتیہ شاعری میں جہاں بہت سارے موضوعات پر نعتیں ملتی ہیں۔ وہیں ان کی نعتوں میں غم روزگار کا بھی ذکر ملتا ہے چنانچہ ڈاکٹر محسن عثمان ندوی لکھتے ہیں۔

"نعیم الدین مرادآبادی کی نعت میں بھی آلام روزگار اور حوادث زمانہ کا شکوہ موجود ہے۔"

اے زائر کوئے نبی اتنا تو کر اے مہرباں
اہل مدینہ کو سنا حالِ نعیم خستہ جاں
یہ شورشِ طوفانِ غم یہ سوزشِ رنج و الم
ہجراں کی یہ جور و ستم اور یہ ضعیف و ناتواں
اعداء کے نرغے ہیں جدا اپنے ہوئے ہیں بے وفا
ہر سمت سے آئی بلا آفت کا ٹوٹا آسماں (۳۸)

اب تک حضرت سید مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے نعتیہ دیوان ''ریاضِ نعیم'' سے صرف مخصوص موضوعات پر لکھی گئی نعتوں یا منقبتوں کا ایک اجمالی خاکہ یا نمونہ کلام پیش کیا گیا اگرچہ نمونہ کلام یا دو چند اشعار شاعر کی عظیم شخصیت اور اس کے شاعرانہ افکار و خیالات کی سچی تصویر پیش نہیں کر سکتے جیسا کہ پروفیسر جلیل قدوائی کا کہنا ہے۔

''چونکہ میں ایک ایک ، دو دو متفرق اشعار پیش کر کے کسی شاعر کے انداز سخن اور اس کے کلام کے حسن و قبح پر کوئی دلیل قائم کرنا محکم طریقہ کار نہیں مانتا۔(۳۹)

مگر اس کے باوجود کسی بھی شاعر کے پورے دیوان کو کسی مضمون میں سمو دینا بھی ممکن نہیں۔اس لیے قدیم طریقہ کار پر کاربند رہتے ہوئے حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کے نعتیہ دیوان سے منتخب اشعار کا ایک گل دستہ پیش کیا جا رہا ہے۔جو یقیناً ان کی نعت گوئی کی تفہیم کا شعور عطا کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

تکتے رہتے ہیں عجب طرح سے راہ امید
حسرت دید تماشائے نگاہ امید
بے نیازی نے تری مار ہی ڈالا ہوتا
خیر سے بچ گئے ہم پا کے پناہ امید
آپ اتنا تو سمجھئے کہ لگی رہتی ہے
آپ کے لطف پہ سرکار نگاہ امید (۴۰)

دل افگار کا خدا حافظ — تن بیمار کا خدا حافظ
بے زری بے کسی میں عزم حرم — ایسے ناچار کا خدا حافظ
دشمنوں کے بُرے ارادے ہیں — مسلم زار کا خدا حافظ
آہ کرتی ہے آہ کش کو ذلیل — دل کے اسرار کا خدا حافظ
کیا ظالم نے آشیاں ویراں — بلبل زار کا خدا حافظ
بندہ تنہا مصیبتیں بیحد — منعم زار کا خدا حافظ (۴۱)

☆☆☆

کرتے ہیں کس پہ کچھ ستم کیوں ہو کسی کو رنج و غم
مولد مصطفیٰ کی ہم عید اگر منائیں تو

بد ہیں اگرچہ ہم حضور آپ کے ہیں مگر ضرور
کس کو سنائیں حال دل تم کو نہیں سنائیں تو

آپ کے در پہ گر نہ آئیں کون سا در ہے جس پہ جائیں
سامنے کس کے سر جھکائیں آپ ہمیں بتائیں تو!

حال مرا تباہ ہے نامہ مرا سیاہ ہے
بیچ مرا گناہ ہے آپ اگر بچائیں تو

دل کی مراد ان کی دید، دید ہے ان کی دل کی عید
عید نہیں ہے کچھ بعید لطف سے گر بلائیں تو!

کرنے کو جان و دل فدا روضہ پاک پر شہا
پہونچے نعیم بے نوا آپ اگر بلائیں تو (۴۲)

☆☆☆

شب غم بھی آخر بسر ہوگئی — تڑپتے تڑپتے سحر ہوگئی
مدینہ کا دیدار مشکل نہیں — نگاہ عنایت اگر ہوگئی

میسر ہوا بوسۂ سنگ در یہ عزت تیری نامہ بر ہو گئی
نعیم خطا کار پہ یہ کرم
شفاعت نبی کی سپر ہو گئی (۴۳)

☆☆☆

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پابہ جولاں دیکھیے
چلیے اٹھیے، اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھیے

اپنے ہی سینہ میں کیجئے اپنے دل بر کی تلاش
مصر میں کیا جایئے کیا چاہ کنعاں دیکھیے

ازرہ بندہ نوازی چشم پر انوار سے
دیکھیے میری طرف ختم رسولاں دیکھیے

یہ نعیم زار کیسا ہجر میں بیتاب ہے
دیکھیے اس کی طرف اے شاہ شاہاں دیکھیے (۴۴)

☆☆☆

غریبوں کی حاجت روا کرنے والے
فقیروں کو دولت عطا کرنے والے
عفو کرنے والے عطا کرنے والے
کرم چاہتے ہیں خطا کرنے والے
نعیم سیاہ کار پر بھی کرم ہو
دو عالم کو دولت عطا کرنے والے (۴۵)

حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان کا خاتمہ درج ذیل شعر پر ہوا۔ جو حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کی شان میں کہا گیا ہے فرماتے ہیں۔

آضرومع أحمدرضا اعلام کفر
فکمالغا أضرمع أحمدرضا (۳۶)

کتابیات

۱	لسان العرب۔ ابن منظور۔ دار لسان العرب۔ بیروت	۲۶۸
۲	نقوش (رسول نمبر ج ۱۰) ادارہ فروغ اردو۔ لاہور	۹
۳	نقوش (رسول نمبر ج ۱۰) ادارہ فروغ اردو۔ لاہور	۱۲
۴	نقوش (رسول نمبر ج ۱۰) ادارہ فروغ اردو۔ لاہور	۱۳
۵	اوج (نعت نمبر ج ۲) گورنمنٹ کالج شاہدرہ۔ لاہور	۵۶۲
۶	اوج (نعت نمبر ج ۱) گورنمنٹ کالج شاہدرہ۔ لاہور	۱۵۵
۷	اوج (نعت نمبر ج ۲) گورنمنٹ کالج شاہدرہ۔ لاہور	۶۳۱
۸	نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری رضوی کتاب گھر دہلی	۳۲
۹	نعت کے چند شعرائے متقدمین۔ ڈاکٹر سید شمیم گوہر۔ الہ آباد	۱۳/۱۲
۱۰	سرور کونین کی فصاحت۔ علامہ شمس بریلوی۔ دہلی	۳۳۲
۱۱	معارف رضا شمارہ ہشتم ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی	۱۹۱
۱۲	ماہنامہ جہانِ رضا۔ مرکزی مجلس رضا۔ لاہور جنور فروری ۱۹۹۵ء	۱۴
۱۳	خلفائے اعلیٰ حضرت۔ محمد صادق قصوری/ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی	۳۳۱
۱۴	الاستمداد۔ امام احمد رضا محدث بریلوی۔ قادری بک ڈپو۔ بریلی	۹۰
۱۵	ماہنامہ جہانِ رضا مرکزی مجلس رضا۔ لاہور ماہ جنوری و فروری ۱۹۹۵ء	۱۵
۱۶	معارف رضا۔ شمارہ ہشتم ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی	۲۰۴/۲۰۳
۱۷	ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۳
۱۸	ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۳

۱۹ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۲۸
۲۰ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۳۴
۲۱ خلفائے اعلیٰ حضرت۔محمد صادق قصوری ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی	۳۳۱
۲۲ ماہنامہ آج کل۔پبلیکیشنز ڈویزن پٹیالہ ہاؤس نئی دہلی۔شمارہ مارچ ۱۹۹۷ء	۸
۲۳ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۴
۲۴ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۵
۲۵ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۹
۲۶ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۶/۵
۲۷ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۱۰
۲۸ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۱۳
۲۹ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۱۵
۳۰ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۱۶
۳۱ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۳۱
۳۲ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۳۷
۳۳ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۴
۳۴ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۷
۳۵ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۱۷
۳۶ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۲۵
۳۷ ریاض نعیم۔مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔مرادآباد	۳۰
۳۸ کاروانِ ادب۔مولانا محمد رابع حسنی۔شمارہ نمبر ۱۳ اکتوبر۔دسمبر ۱۹۹۴ء مرکزی دفتر رابطہ ادب اسلامی (عالمی) لکھنؤ	۱۰۴/۱۰۳

۳۹ ماہنامہ القول السدید (نعت نمبر) محمد طفیل۔ لاہور شمارہ مارچ ۱۹۹۳ء	۳۷
۴۰ ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۹
۴۱ ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۱۴
۴۲ ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۲۴
۴۳ ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۲۸
۴۴ ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۳۵
۴۵ ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۳۶
۴۶ ریاض نعیم۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی۔ مکتبہ نعیمیہ سنبھل۔ مرادآباد	۳۸

مطبوعہ سہ ماہی افکار رضا۔ شمارہ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء تحریک فکر رضا ڈ مظفر روڈ۔ بمبئی) ۲۴/۲۲

مطبوعہ سالنامہ معارف رضا ۱۹۹۷ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان) ۱۶۹/۱۵۸

☆☆☆

امام احمد رضا فاضل بریلوی کا سرمائے کلام

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعرانہ عظمت ان کی ادبی حیثیت اور علمی فضیلت پر اب تک نہ معلوم کتنے مقالے اور مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ اور مستقبل میں لکھے جاتے رہیں گے ان کی شاعرانہ عظمت یا نعت گوئی کے حوالے سے جو مقالے یا کتابیں میرے اپنے مطالعے میں آچکی ہیں ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ حدائق بخشش کا فنی وعروضی جائزہ — ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی

۲۔ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر۔ سید نور محمد قادری

۳۔ امام شعر و ادب — مولانا وارث جمال قادری بستوی

۴۔ کلام رضا — نظیر لدھیانوی

۵۔ عرفان رضا — پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان

۶۔ تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب۔ شاعر لکھنوی

۷۔ حدائق بخشش کا تحقیقی و ادبی جائزہ — علامہ شمس بریلوی

۸۔ شرح سلام رضا — مفتی محمد خان قادری

۹۔ امام احمد رضا کے گیارہ عربی اشعار — محمود احمد قادری

۱۰۔ شرح حدائق بخشش — علامہ فیض احمد اویسی

۱۱۔ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی نعتیہ شاعری، ملک شیر محمد اعوان

۱۲۔ فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

۱۳۔ قصیدۂ معراجیہ — پروفیسر نظام الدین بیگ

۱۴۔ اقبال و احمد رضا — راجا رشید محمود

۱۵۔ مثنوی ردِ امثالیہ — مولانا غلام محی الدین قادری

۱۶۔ کلامِ رضا کے نئے تنقیدی زاوے — ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

۱۷۔ ارمغانِ رضا — ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۱۸۔ انتخاب حدائق بخشش — ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۱۹۔ امام احمد رضا بریلوی کی نعتوں کا انگریزی ترجمہ: پروفیسر غیاث الدین قریشی

۲۰۔ بساتین الغفران (عربی دیوان امام احمد رضا) محمد احمد عبدالرحیم الحفوظ

۲۱۔ عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ — عبدالستار ہمدانی

ان کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری نے متحدہ ہندو پاک میں سب سے پہلے **"اردو میں نعتیہ شاعری"** کے عنوان پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ قلم بند کر کے ضمنی طور پر انہوں نے بھی امام احمد رضا کی شاعرانہ عظمت پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے "اردو میں نعت گوئی" کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ قلم بند کیا تو انہوں نے بھی امام احمد رضا کو نعت گو کی حیثیت سے متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کی۔ خود امام احمد رضا کی شاعری کے حوالے سے ہندوستان کی تین یونیورسٹیوں میں ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے جا چکے ہیں اور ہر ایک کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض بھی ہو چکی ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی۔ ڈاکٹر سید جمیل الدین راٹھوی ساگر یونیورسٹی ساگر مدھیہ پردیش

(۲) اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی

(۳) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری کانپور یونیورسٹی۔ کانپور (مقالہ نگار)

میرا مقالہ **"مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری"** اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ جو رضوی کتاب گھر ۴۲۳ مٹیا محل دہلی ۶ سے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ میرے اپنے مقالے کی خوبیوں اور خامیوں کا فیصلہ ارباب علم و دانش کی صواب دید پر ہے۔

ڈاکٹر سید جمیل الدین جمیل راٹھوی اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے مقالے کے بارے میں امید ہے کہ مستقبل قریب ہی میں طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں گے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شاعرانہ عظمت، ان کی سخن فہمی و سخن سنجی کے حوالے سے اتنا کچھ لکھے جانے کے باوجود ایک طرح کی تشنگی کا جو احساس ہوتا ہے وہ یہ کہ ان کے سرمائے کلام کی ترتیب و تدوین یا ان کے کلام کا سرمایہ جواب تک کتابی صورت میں ایڈٹ ہو کر اشاعت پذیر ہوا ہے۔ وہ حدائق بخشش حصہ اول، دوم، سوم اور الاستمداد علیٰ اجیاد الارتداد ہے۔ حدائق بخشش حصہ اول دوم کی ترتیب و تہذیب کے حوالے سے محقق عصر ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی ریڈر رطبیہ کالج قرول باغ نئی دہلی رقم طراز ہیں۔

زیر نظر حدائق بخشش حصہ اوّل طبع اوّل کی ترتیب کے مطابق ہے جو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مقدسہ میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اور حصہ دوم مولانا حسنین رضا علیہ الرحمہ کے مرتبہ نسخہ کے مطابق ہے۔

حدائق بخشش کا فنی و عروضی جائزہ۔ ڈاکٹر ایف۔ شرر مصباحی رضا اکیڈمی ممبئی ص ۶۳

حدائق بخشش حصہ سوم کے حوالے سے کچھ کہتے ہوئے روح کانپتی ہے اس لیے کہ اس کے حوالے سے اکابر علماء سے لیکر اب تک کے علمائے کرام نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت کی سراغ رسانی یا چھان بین نہیں کی گئی۔ ورنہ اب تک اس مجموعہ کلام کے حوالے سے جملہ اعتراضات کا ازالہ ہو چکا ہوتا۔ اس معاملے میں میں نے بذات خود اپنی سی کوشش کی کہ کسی طرح بھی امام احمد رضا کی شاعرانہ عظمت پر لگے ہوئے اس بدنما داغ کو زائل کر دیا جائے اور اپنے سے ہر جانکار کے سامنے میں نے اس مسئلے کو بڑی ہی سنجیدگی کے ساتھ رکھا کچھ نے تو دامن بچایا، کچھ نے سکوت اختیار کیا کچھ نے لب کشائی کی اور اس پورے منظر نامے پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ چنانچہ جب میری ملاقات ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب سے ہوئی اور میں نے ان سے حدائق بخشش حصہ سوم کے متعلق گفتگو کی تو اولاً انھوں نے مذکورہ حصہ کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کیا چونکہ دوران ریسرچ میں نے حدائق بخشش حصہ سوم کی

فوٹو کاپی اپنے استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد سے حاصل کرلی تھی میں نے فوراً ڈاکٹر صاحب کو مذکورہ حصہ کی فوٹو کاپی مہیا کرادی۔ انہوں نے سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا اور مجھ سے فرمایا کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت کے جن اشعار پر لوگوں نے اعتراضات قائم کیے ہیں ان پر سرے سے اعتراض عائد ہی نہیں ہوتا ہے۔ یقیناً پورا قصیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہے اور جو دلائل وشواہد پیش کیے اس سے بھی اس کی تائید وتصدیق ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر طلحہ رضوی برق صاحب کا بھی ایک مضمون مجلہ "افکار رضا" ممبئی میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ انہوں نے پورے قصیدے کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اور جن اشعار پر اعتراضات قائم کیے گئے ہیں ان کو انہوں نے تشبیب کے اشعار بتائے ہیں۔ تشبیب قصیدے کا ایک رکن ہے۔

۲۷ رنومبر ۱۹۹۸ء کو میں مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد کے سالانہ اجلاس میں، میں شریک ہوا۔ اس اجلاس میں شرکت کے لیے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ کے عظیم چشم وچراغ حضور سیدی ڈاکٹر سید محمد امین میاں ریڈر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ میرے استاذ حضرت علامہ محمد ایوب صاحب قبلہ رضوی نے مجھ سے بتایا کہ حضرت بھی تشریف لا چکے ہیں۔ میں نے قیام گاہ دریافت کی اور اپنے ایک دوست مولانا محمد ابرار کے ساتھ حضرت کی مقدس بارگاہ میں حاضری دی۔ بعد سلام وقدم بوسی کے حضرت قاری جلال الدین صاحب قبلہ ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد نے میرا تعارف کرایا۔ اس کے بعد میں نے اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے دیکھ کر بے پناہ خوشی کا اظہار فرمایا اور ڈھیروں ساری دعائیں دی۔ اس کے بعد میں نے موقع غنیمت جانکر حضرت سے بہت ساری باتیں دریافت کیں اور مستفیض ہوا۔ حضرت نے ہر ایک سوال کا معقول جواب مرحمت فرمایا۔ دوران گفتگو میں نے عرض کی حضور! میں نے سنا ہے کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جو بھی کلام یا کتابیں تصنیف وتالیف فرماتے تھے اس کی ایک کاپی مارہرہ مقدسہ ضرور

ارسال فرماتے تھے؟ میرے اس سوال پر حضرت تبسم ریز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ مولانا! آپ نے یہ سوال کر کے بہت کچھ پوچھ لیا۔ اور آگے ارشاد فرمایا کہ ہاں آج بھی وہ سارا سرمایہ خانقاہ شریف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ نیز فرمایا کہ میں نے اپنے اس خاندانی کتب خانے کو لائبریری کی شکل دینے کا منصوبہ بنایا ہے۔ جہاں ساری سہولتیں فراہم ہوں گی خاص کر Zerox کی جس سے کہ لوگ اپنے کام کی چیزوں کی فوٹو کاپی حاصل کر کے استفادہ کر سکیں۔ اور آگے مزید ارشاد فرمایا کہ میرے اس کتب خانہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار سو سے زائد غیر مطبوعہ خطوط موجود ہیں۔ حضرت کی زبان اقدس سے اس ارشاد گرامی کو سن کر میں حیرت میں ڈوب گیا اور بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اگر یہ سارے خطوط مرتب ہو کر منظر عام پر آ جائیں تو حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے معلومات کی ایک نئی دنیا کا انکشاف ہو جائے گا۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ کلام ''الاستمداد علی اجیاد الارتداد'' کو ادبی حیثیت سے متعارف کرانے کی آج تک کوئی معقول کوشش نہیں کی گئی جب کہ اس کو اشاعت پذیر ہوئے ایک زمانہ گزر گیا میں نے ۱۹۹۸ء میں اس مجموعہ کلام کے حوالے سے ایک تحقیقی مقالہ بعنوان حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعۂ کلام ''الاستمداد علی اجیاد الارتداد نعت گوئی کے تناظر میں'' قلم بند کیا تھا جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان کے سالنامہ معارف رضا ۱۹۹۸ء میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ بعد میں ماہنامہ کنز الایمان نئی دہلی شمارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء نے بھی اس مضمون کو شائع کر دیا ہے۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ کلام کو ادبی حیثیت سے مرتب کر کے منظر عام پر لانے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ ارباب علم و فضل کو معلوم ہو سکے کہ ان کے کلام کا سرمایہ صرف حدائق بخشش ہی تک محدود نہیں ہے۔

☆☆☆☆

(مطبوعہ ماہنامہ کنز الایمان شمارہ نومبر ۲۰۰۰ء رضوی کتاب گھر، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ص ۳۷/۳۸)

''الاستمداد'' رضا بریلوی کا مجموعہ کلام

حسان الہند حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ مجموعہ کلام ''الاستمداد'' پر آج تک کوئی تسلی بخش کام نہیں ہوسکا۔ جس کا ازحد افسوس ہے۔ نیز اس طرح بہت سارے موضوعات ہیں جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں۔

''حضرت رضا بریلوی عربی، فارسی اردو اور ہندی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ وہ ان زبانوں کے نبض شناس اور ماہر تھے۔ عربی، فارسی، اور اردو میں ان کے دواوین موجود تھے۔ اب اردو دیوان حدائق بخشش (جس میں کچھ فارسی کلام بھی ہے) موجود ہے۔ باقی عربی، فارسی کلام منتشر صورت میں ملتا ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔ خصوصاً ''عربی قصائد'' ان کے فارسی اور اردو منظوم فتاویٰ کا ایک ذخیرہ ہے جو ابھی تک مرتب نہ ہوسکا۔ کچھ اردو کلام بھی باقی ہے۔''(۱)

غالباً ڈاکٹر صاحب کا اشارہ اردو کلام سے اسی مجموعہ کلام ''الاستمداد'' کی جانب ہے۔ اسی طرح بہت سارے موضوعات ہیں جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے بھی اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ (مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری) میں ان موضوعات کی نشاندہی کی ہے۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنے اس مجموعہ کلام کو مکمل طور پر نعتیہ افکار وخیالات کی روشنی میں قلم بند فرمایا ہے۔ اور نعت گوئی میں رہبر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا ہے۔ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''نعت گوئی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہبر بنایا اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ وہ مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود منبر بچھایا اور ان کو اس پر بٹھایا دعاؤں سے نوازا۔

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حساں بس ہے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش پا کی اتباع ان کے در کی دربانی اور جاروب کشی کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے لیے سعادت سمجھی اور ارشاد فرمایا۔

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو، سگ حسان عرب'' (۲)

نعت صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی ہی کا نام نہیں ہے بلکہ نعت ہی کے زمرے میں وہ سارے کلام بھی آتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت اور اغیار کی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں قلم بند کئے جائیں۔ چنانچہ عصر حاضر کے عظیم نعت گو جناب نعیم صدیقی فرماتے ہیں۔

''میں نعت کو محض حمدیہ یا ثنائیہ رنگ تک محدود رکھنا درست نہیں سمجھتا بلکہ اس میں سیرت و خلق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان اور اپنی پستی احوال اور دشمنوں کی چیرہ دستیوں کا دکھڑا بھی رویا جا سکتا ہے۔'' (۳)

ڈاکٹر صدیقہ ارمان لکھتی ہیں

''حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعت کی بنیاد ناموس رسول کی حفاظت، تعلیمات رسول کی تبلیغ اور اپنے خلوص و عقیدت کے اظہار پر رکھی تھی۔ آپ نے اپنی نعت میں منکرین رسالت کے جواب میں فضائل نبوی بیان کر کے قرآن کے اس حکم کی تعمیل کی کہ ''جھٹلانے والے بہرے گونگے اور اندھیروں میں ہیں۔'' (۴)

پروفیسر محمد اقبال جاوید لکھتے ہیں:

''عرب بنیادی طور پر فصیح وبلیغ تھے۔ ان کی طلاقت لسانی اور ذوق اظہار مسلم تھا۔ آغاز اسلام میں جب زبان وبیان کے میدان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت شدت اختیار کرگئی تو ایک دن آپ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا ''مخالف شعراء کی ہرزہ سرائیاں حد سے بڑھتی جارہی ہیں۔ تم لوگوں نے تلوار سے تو میری مدد کی ہے کیا کوئی ایسا بھی ہے جو زبان سے میری مدد کرے؟'' اس پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور خود کو اس کی خدمت کے لیے پیش کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'' ان میں کچھ لوگ میرے قبیلے قریش سے تعلق رکھتے ہیں ان کے خلاف بھلا کس انداز سے کہو گے؟'' حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ کو ان میں سے یوں الگ کرلوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔ گویا نعت کی ترغیب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماپر جس شاعری نے جنم لیا وہ شعوری طور پر مخالفین کے معاندانہ اشعار کا جواب اور لاشعوری طور پر حضور کے ثناء کے سانچے میں ڈھل کر نعت بنتی چلی گئی۔''(۵)

حکیم محمد یحییٰ خاں لکھتے ہیں:

''حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلامی مورخین اور سیرت نگاروں نے شاعر دربار نبوی کے خطاب سے ذکر کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپ مداحین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرخیل ہیں۔ خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یہودی اور مشرک شاعروں کی ہفوات سے اپنے دفاع پر مامور فرمایا تھا۔ روایت ہے کہ ایک دن حضو علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھری مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا'' مخالف شعراء کی ہرزہ سرائیاں حد سے زیادہ بڑھتی جارہی ہیں۔ تم لوگوں نے تلوار سے میری مدد کی کیا کوئی ایسا بھی ہے جو زبان سے میری مدد کرے؟'' اس

موقع پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ اس خدمت کے لیے یہ ناچیز حاضر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جذبہ خلوص سے خوش ہو کر ارشاد فرمایا ''ان میں سے کچھ لوگ میرے اپنے قبیلے قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے قریبی عزیز ہیں مثلاً ابوسفیان میرا عم زاد ہے۔ اس کے خلاف بھلا تم کس انداز سے کہو گے؟ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، حضور! میں آپ کو ان کے بیچ میں سے یوں الگ کرلوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔''(۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد میں منبر بچھاتے تھے جس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر و مباہات کی باتیں بیان کرتے تھے۔ اپنی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی کرتے تھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ کسی نے کچھ ناشائستہ کلمات کہے تو اس کا جواب دیتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بیشک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ساتھ حسان کی تائید کرتا ہے۔ جب تک وہ میری طرف سے فخر و مباہات کی باتیں کریں یا میری طرف سے دشمنوں کی نازیبا اور شرارت آمیز باتوں کا دفاع کرتے ہیں (۷)

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی اپنی کتاب ''**عربی میں نعتیہ کلام**'' میں ڈاکٹر شوقی ضیف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''تاریخ و سیر کی کتابوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار تعداد میں زیادہ ہیں، لیکن خاص نعت کے اشعار کم ہیں زیادہ تر اسلام کی عظمت کا مضمون ہے یا پھر وہ قصیدے ہیں جو کفار و مشرکین اور یہود کی

ہجو میں کہے گئے ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجو میں فرق یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین مکہ کے انساب پر حملہ کرتے تھے اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتے تھے، جنہیں سن کر وہ تلملا کر رہ جاتے اور سمجھتے تھے کہ یہ باتیں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ معلوم ہوئی ہیں، مگر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدزبان کفار کی ہجو دوسرے انداز سے فرماتے تھے۔ وہ کفر و شرک کی گمراہی اور بے دینی کا طعنہ دیا کرتے تھے اور فتح مکہ کے بعد جو لوگ سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئے جیسے ابوسفیان، ہندہ اور وحشی وغیرہ ان کو عبداللہ بن رواحہ کی کہی ہوئی ہجو زیادہ بری لگتی تھیں کیونکہ وقت گزرنے کے بعد سب باتیں بھولی بسری ہو جاتی ہیں۔ مگر جن باتوں کو کسی کامیاب شاعر نے اپنی نظموں میں کہہ دیا ہو تو وہ ختم نہیں ہوتیں اور لوگ اس کو دہرایا کرتے ہیں۔" (۸)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعرائے کرام میں سے جو حضرات کافروں کے شر کو اسلام اور مسلمانوں سے دفاع کرتے اور باز رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے اور کافروں کی ہجو اور مذمت کرتے تھے وہ تین اشخاص شمار کیے گئے ہیں۔ (۱) حضرت حسان بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم "روضۃ الاحباب" میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدام شعراء مردوں میں سے ایک سو ساٹھ اور عورتوں میں بارہ تھیں۔"

ڈاکٹر ریاض مجید نے ہجویہ شاعری کے سلسلے میں بڑے پتے کی بات تحریر کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"بظاہر نعت کے موضوع کا تعین بہت آسان نظر آتا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے

کہ نعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہی کا نام ہے، لیکن اگر عربی، فارسی اور اردو میں موجود نعتیہ کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ "مدح" نعت کا اہم موضوع ہے۔ اور صنف نعت کے آغاز ہی سے اسے نعت کے ایک مرکزی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ جب عربی میں باقاعدہ نعت نگاری شروع ہوئی تو کفار مکہ کی ہجو اور گستاخی رسول کے جواب میں مسلمان شاعروں نے موثر طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ نعت اسی لسانی جہاد کی پیداوار ہے۔ دربار رسالت کے شاعروں نے کفار کے رد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب اور کردار وصفات کی توصیف وستائش میں جو مدحیہ منظومات لکھیں انہیں عربی نعت کے اولین نمونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔"(۱۰)

مذکورہ اقوال کی روشنی میں یہ بات ایمان وایقان سے کہی جاسکتی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا، ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت، کفار ومشرکین کی ہرزہ سرائی، ہجو اور ذم کا جواب آج کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہی لسانی جہاد نعت کی خشت اول ہے اور اس کے معمار وہ مقدس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جن کی اتباع سراپا رشد وہدایت ہے۔ جن کی پذیرائی خود اللہ اور اس کے رسول نے فرمائی ہے۔ نعت گوئی میں انہیں مقدس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم کی اتباع حضرت رضاؔ بریلوی نے کی۔

نعت کا یہ اساسی پہلو نعت گو شعراء کے دل ودماغ سے محو ہوتا جارہا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی نے زیر نظر نعتیہ مجموعہ کلام "الاستمداد" قلم بند فرما کر نعت گو شعراء کی فکر کو مہمیز لگائی اور نعت کے اس بنیادی پہلو یا موضوع پر شعر گوئی کی دعوت دی جس سے کہ اس بنیادی موضوع کا احیاء ہو سکے۔ چونکہ مولانا احمد رضا بریلوی درجہ مجددیت پر بھی فائز تھے اور ایک مجدد کی ذمہ داری ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے

جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے ان نقوش کو زندہ و تابندہ فرمائے جو حوادث زمانہ کے باعث پژمردہ ہو گئے ہیں۔

چنانچہ ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مذکورہ نعتیہ مجموعہ کلام کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اندریں حالات ۱۳۲۵ء میں فاضل بریلوی نے ایک دردناک فریاد، ایک پر آشوب استغاثہ اور ایک خوں چکاں نظم بہ عنوان ''الاستمداد'' (زیر نظر) شائع کی۔ جس میں ان لوگوں کے ظلم و ستم، بارگاہ خداوندی میں زبان درازیاں، بارگاہ رسالت میں گستاخیاں اور مسلمانوں کے پاکیزہ نظریات پر جارحانہ حملوں کی داستان مرتب کر دی۔ فاضل بریلوی کی یہ کوشش آسان نظم میں اہل دل کو خون کے آنسو رلائے گی۔ اعتقادی سفر کے قافلہ والوں کے ڈگمگاتے قدموں کے لیے سہارا بنے گی اور پھر ان نقاب پوشوں کے سیاہ عزائم کو بے نقاب کر دے گی جو اہل سنت کے ایمان وایقان کی دولت کے خلاف نقب زنی کر رہے ہیں۔ یہ اشعار چھوٹی بحر میں ہیں مگر ایک ایک مصرع دیوبندیوں کے پر فریب عقیدے کی مکمل تصویر ہے۔ اگرچہ نظم کے نشتر بعض سادہ لوح اور نو آموز دیوبندی حضرات کے لیے باعث تکلیف ضرور ہوں گے مگر ان کے پرانے اور محروم صلاحیت حضرات تو جانتے ہیں کہ۔

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے   جو عدو کے سینے میں غار ہے

وہ عام مسلمانوں کے سامنے اپنے زخم دکھاتے پھریں گے اور کہتے پھریں گے کہ لوگو! دیکھو ہمیں کیا ہو گیا ہے مگر زخم دیکھنے والے ان کی دشنہ زبانی سے واقف ہیں۔ انہیں شاید یاد دلانے کی ضرورت نہ ہو کہ ان لوگوں کی زبان درازیوں نے عصمت مصطفوی اور کمالات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک پر جو زخم لگائے ہیں وہ صدیوں تک بھر نہیں سکیں گے۔'' (۱۱)

انوار رضا میں اس نعتیہ مجموعہ کلام کا ذکر کچھ اس طرح ہے:

''امام اہل سنت کا ایک منظوم رسالہ بھی ہے جس میں جملہ فرقہ باطلہ کا رد ہے۔ جو بالکل ہی چھوٹی بحر میں ہے جس کا نام ''الاستمداد علیٰ اجیاد الارتداد'' ہے۔ تقریباً ڈھائی تین سو اشعار ہیں اس میں اغیار دین کا بھی تذکرہ ہے اور احباب و خلفاء کے لیے دعائیں بھی ہیں۔'' (۱۲)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مجموعہ کلام ''الاستمداد'' کی رقم طرازی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب ۱۹۱۹ء میں امام احمد رضا اپنے خلفاء حضرت علامہ عبدالسلام اور ان کے صاحبزادے برہان ملت مفتی برہان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہم کے زبردست اصرار اور التجا پر جبل پور تشریف لے گئے تو حاجی کفایت اللہ صاحب بحیثیت خادم ساتھ میں تھے۔ ٹرین میں انہوں نے خیال کیا کہ امام احمد رضا تو مجدد ہیں اور مجدد کا کوئی بھی وقت خدمت دین سے خالی نہیں جاتا۔ آج اس طویل سفر میں امام سے کون سی دین کی خدمت ہوئی ۔جب جبل پور پہنچے تو حاجی صاحب سے امام احمد رضا نے فرمایا کہ فقیر نے راستے میں ۳۶۰ر اشعار کہے ہیں جن میں ۱۳۵ اشعار نعت پاک کے ہیں باقی وہابیہ، دیوبندیہ کے رد میں ہیں انہیں قلمبند کر دیجئے۔ یہ قصیدہ دیکھ کر حاجی صاحب کو اپنے دل کے وسوسے پر سخت ملامت ہوئی۔ یہی وہ قصیدہ ہے جس کا تاریخی نام ''الاستمداد علیٰ اجیاد الارتداد'' ہے اس میں امام احمد رضا نے اپنے ۱۴ر خصوصی خلفائے کرام کا ذکر بھی کیا ہے۔'' (۱۳)

حضرت رضا بریلوی نے اپنے اس مجموعہ کلام میں جن موضوعات پر روشنی ڈالی ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) نعت انور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) استمداد از شاہ رسالت بر کبرائے کفر و ردت۔ (۳) اسماعیل دہلوی، وہابیہ اور دیوبندی۔ (۴) امت محمدیہ علمائے دیوبند کی

نظر میں۔(۵) شرکستان وہابیہ۔(۶) اللہ تعالیٰ کے متعلق دیوبندی علماء کا عقیدہ۔(۷) دیوبندی عقائد کے اضافے۔(۸) گنگوہی صاحب کے نظریات۔(۹) نانوتوی صاحب کے نظریات۔(۱۰) تھانوی صاحب کے نظریات۔(۱۱) ذکر احباب ودعاء احباب۔

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس نعتیہ مجموعہ کلام کا آغاز خطبہ مسنونہ کے بعد نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ نیز جس بحر کا انتخاب فرمایا ہے وہ بہت ہی چھوٹی بحر ہے اور اس نعت پاک کی خوبی یہ ہے کہ اس کو اتنے آسان اور دلنشیں انداز میں قلم بند فرمایا ہے کہ جی چاہتا ہے پڑھتے رہیں اور وجد میں آ کر گنگناتے رہیں۔ اس کے چند ابتدائی اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

سچی بات سکھاتے یہ ہیں ۔۔۔ سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں
ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں ۔۔۔ ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں(۱۴)
ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں ۔۔۔ چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
فیض جلیل خلیل سے پوچھو ۔۔۔ آگ میں باغ کھلاتے یہ ہیں
ان کے نام کے صدقے جس سے ۔۔۔ جیتے ہم ہیں جلاتے یہ ہیں(۱۵)

چونکہ اس نعتیہ مجموعے کا دوسرا موضوع "استمداد از شاہ رسالت بر کبرائے کفر وردت" ہے جو اس مجموعہ کلام کے نام کا ایک جزو ہے اس لیے اس موضوع یا عنوان کے تحت استمداد کا ایک جدید اسلوب استعمال کیا گیا ہے جس سے مجموعہ کلام اسم با مسمی ہوگیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں چند اشعار۔

مولیٰ دین مٹاتے یہ ہیں
کفر اسلام میں لاتے یہ ہیں
تیری شان گھٹاتے یہ ہیں
رب کو عیب لگاتے یہ ہیں

رب سے الجھیں نبی سے الجھیں
کس ابلیس کے کاتے یہ ہیں
بلکہ وہ کفن میں ان کا گرگا
پھر مسلم کہلاتے یہ ہیں

ابن عقبہ سے مسلم ہیں
حاشا اس کو لجاتے یہ ہیں
اس کے ظلموں کی حد تھی حرم پر
شاہ حرم تک جاتے یہ ہیں

کتنے مذہب روت ٹھہرے
فقہ وکلام میں آتے یہ ہیں
سب سے مضرتر ہیں یہ وہابی
سنی بن کے رجھاتے یہ ہیں

سنی و حنفی و چشتی
بن بن کر بہکاتے یہ ہیں
حق سے باطل شاہ سے ذاہل
کیسی مد کے ماتے یہ ہیں

پیارے دفع کر اعداء کیوں کر
تیرے ہوتے ستاتے یہ ہیں (۱۷)

استمداد واستغاثہ نعت کا موضوع قدیم رہا ہے۔ اس موضوع پر عہد رسول سے لے کر اس وقت تک سخن وری کا سلسلہ جاری ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''نعت کا ایک اہم اور مشہور انداز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل اور مصائب و آلام اور مشکلات کا اظہار کر کے ان سے مدد طلب کرنا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور استمداد اور آپ کے حضور فریاد اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے آپ کی بارگاہ رحمت میں سوال آغاز نعت ہی سے نعت کے اجزائے ترکیبی میں شامل رہا ہے۔ ہر عہد، ملک اور زبان کے شعراء نے نعت میں رفع مشکلات، شفائے امراض، حصول مقاصد اور مصائب و مسائل سے نجات حاصل کرنے کے لیے سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی عرضداشت پیش کی ہے۔'' (۱۸)

تیسرا موضوع ''اسماعیل دہلوی وہابیہ اور دیوبندی'' کے رد پر مشتمل ہے۔ جس میں اسماعیل دہلوی کے وہابی اور دیوبندی عقیدے کو حضرت رضا بریلوی نے بڑی ہی چابک دستی سے واضح کیا ہے فرماتے ہیں ؎

شہہ کو رسل کو ملک کو جو مانے	اس کو خدا سے چھڑاتے یہ ہیں (۱۹)
شہہ کو رسل کو اہل خدا کو	چوہڑے چمار سناتے یہ ہیں (۲۰)
ان کے منہ پہ خاک ہو کس کو	مٹی میں مر کے ملاتے یہ ہیں (۲۱)
اتنا جلتے ہیں نام شہہ سے	کلمے سے کنیاتے یہ ہیں (۲۲)
بیٹی تک کے نہ کام آئیں گے	بے قدری یہ مناتے یہ ہیں
ان کے کام نہ آئیں گے بیشک	جب تو جہنم جاتے یہ ہیں (۲۳)
یاد محمد یاد خدا ہے	کس کو خر سے گھٹاتے یہ ہیں
ان کو گدھے کا ذکر ہی روزی	جس کی شان بڑھاتے یہ ہیں
ہم کو ذکر حبیب جسے یوں	آگ بجھ کے بجھاتے یہ ہیں (۲۴)

چوتھا موضوع ''امت محمدیہ علماء دیوبند کی نظر میں'' اس موضوع کے تحت کل تین ہی شعر کہے گئے ہیں۔ مگر یہ تین اشعار قول فیصل یا حرف آخر کا درجہ رکھتے ہیں۔ کسی طویل موضوع کو اس پیرائے میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے کہ موضوع بھی سمٹ جائے اور

بات بھی پوری واضح ہو جائے یہ انتہائی فصاحت و بلاغت کی دلیل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت رضا بریلوی کی طلاقت لسانی ۔

شہہ کی امت کافرمانی
آپ کہاں بچے جاتے یہ ہیں
روئے زمین سے الگ کیا کوئی
گوہ کا بھٹہ بساتے یہ ہیں
اپنی آگ میں جل گئے آپ ہی
اچھی دیپک گاتے یہ ہیں (۲۵)

پانچواں موضوع ''شرکستان وہابیہ'' ہے اس موضوع کے تحت حضرت رضا بریلوی نے وہابیہ کے ان تمام امور کی وضاحت کر دی ہے۔ جو ان کے نزدیک شرک کے دائرہ میں آتے ہیں۔ فرماتے ہیں ۔

شرک کی ایسی تندچڑھی ہے — شرک ہی شرک بلاتے یہ ہیں
شرک کی تسبیح ان کا وظیفہ — شرک ہی جپتے جپاتے یہ ہیں
ساون کے اندھے کا ہرا ہے — شرک جو گاتے گواتے یہ ہیں (۲۶)
لاکھوں مسلماں کردیے مشرک — گھر کی خبر بسراتے یہ ہیں
جیسی کرنی ویسی بھرنی — کانٹیں جیسی بواتے یہ ہیں
جد عزیز و ولی اللہ کو — شرک کی ولی دکھاتے یہ ہیں
شیخ مجدد صاحب پرتو — سب سے سوا غراتے یہ ہیں
آپ پہ ڈھالیں باپ پہ ڈھالیں — کون ہے جس کو بچاتے یہ ہیں
حاجی امداد اللہ کو بھی — شرک مدد پہنچاتے یہ ہیں
تھانوی قاسم گنگوہی کو — شرک کے تھان بندھاتے یہ ہیں (۲۷)

چھٹا موضوع ''اللہ تعالیٰ کے متعلق دیوبندی علماء کا عقیدہ'' ہے اس موضوع کے تحت فرماتے ہیں ۔

سارا علم غیب الٰہی پانچ میں ختم کراتے یہ ہیں (۲۸)
کذب الٰہی ممکن کہہ کر دین ویقین سب ڈھاتے یہ ہیں (۲۹)
کذب کا کیا غم ہاں کوئی کا ذب سمجھے اس سے ڈراتے یہ ہیں
بالفعل ان کا خدا عیبی ہے پھر امکان تو گاتے یہ ہیں
سوئے اونگھے بہکے بھولے کیا کیا گت بنواتے یہ ہیں (۳۰)
اپنے خدا کو محفل محفل کوڑی ناچ نچاتے یہ ہیں
دیو کے آگے گھنٹی بجا کر بم اس سے بلواتے یہ ہیں
زانی مزنی اوچکا ڈاکو سارے جھولے جھلاتے یہ ہیں
کونسی خواری باقی چھوڑی سب اس سے کرواتے یہ ہیں (۳۱)

ساتواں موضوع "دیوبندی عقائد کے اضافے" ہے اس موضوع کے تحت فرماتے ہیں۔

بیٹے گائے یہود و نصاریٰ جورو اور ملاتے یہ ہیں
عقل فرنگ سے بالغ خرد میں تین خدا لہکاتے یہ ہیں (۳۲)
اب تو الوہیت بھی سدھاری ڈھول سے کھال گنواتے یہ ہیں
جب ہے کمال خلاف قرآن اب کیا پلہ بچاتے یہ ہیں
یا تو خدا ہے کمال سے خالی یا قرآن جھٹلاتے یہ ہیں
مرسل لاثانی کا ثانی گنگوہی کو بتاتے یہ ہیں (۳۳)

آٹھواں موضوع "گنگوہی صاحب کے نظریات" ہے اس موضوع میں حضرت رضا بریلوی نے رشید احمد گنگوہی کے نظریات کا انکشاف کر کے اس کی تشریح وتوضیح فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

علم اپنے مرشد شیطان کا
علم شہہ سے بڑھاتے یہ ہیں

علم غیب ابلیس کو مانیں
شہ کو کبھو جل جاتے یہ ہیں (۳۴)

مٹی میں ملنا مٹی سے ملنا
ایک ہے یوں چندراتے یہ ہیں
مجلس مولد شہ ہے خرافات
ایسی خرافات لاتے یہ ہیں

عبدعزیز تک ایماں کب تھا
اسلام آج چلاتے یہ ہیں (۳۵)

دیوبندوالوں کے ملنے سے
اردو شہ کو سکھاتے یہ ہیں

ان کے نبی کی استاذی کا
حق امت پر جتاتے یہ ہیں

اف بے باکی شاہ سے اپنی
روٹی تک پکواتے یہ ہیں (۳۶)

نواں موضوع ''نانوتوی صاحب کے نظریات'' ہے اس موضوع پر جناب قاسم نانوتوی صاحب کے نظریات کی عقدہ کشائی فرمائی ہے ۔

شہ کے پچھلے نبی ہونے کو
فضل سے خالی گاتے یہ ہیں (۳۷)
شہ کے بعد نبوت تازہ
پاک خلل سے بتاتے یہ ہیں
آپ ہی کافر آپ ہی مکفر

اپنی آپ ہی ڈھاتے یہ ہیں

اول کافر آخر کافر

ہر پھر کفر پہ چھاتے یہ ہیں

ان کے کفر کا اٹھتا جوبن

ناحق اس کو چھپاتے یہ ہیں (۳۸)

دسواں اور آخری موضوع ''تھانوی صاحب کے نظریات'' ہے اس کے بعد حضرت رضا بریلوی نے اپنے احباب وخلفاء کا ذکر کیا ہے۔ اس موضوع میں جناب اشرفی علی تھانوی صاحب کے نظریات کی وضاحت کی گئی ہے فرماتے ہیں ؎

شبہ ساحر کس وناکس جانے	غیب یہ عیب دکھاتے یہ ہیں (۳۹)
یعنی اپنے نبی چھنے کو	تسکیں بخش بناتے یہ ہیں
اپنے نام پہ استقلالاً	صلی علیٰ بھنواتے یہ ہیں
بھکی زبان اور دن بھر بھکی	اف اف کیا بہکاتے یہ ہیں
ان کی ثناء تھی نبی کی ذم تھی	یوں یہ عذر مناتے یہ ہیں (۴۰)
واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا	زن کا ذہن لڑاتے یہ ہیں
جن پہ لاکھوں مائیں تصدق	تعبیر ان کی بناتے یہ ہیں
کوکبہ میں ستری تھے جن پہ	قارون گنج بساتے یہ ہیں
یہ تو دوسوتیں ہیں اب کس	تحت ثریٰ کو جاتے یہ ہیں (۴۱)

اس پورے مجموعہ کلام میں ۳۶۱ راشعار ہیں۔ ۲۳۷ اشعار نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عقائد باطلہ کے رد پر مشتمل ہیں۔ اور ۱۲۴ اشعار حضرت رضا بریلوی نے اپنے احباب وخلفاء کے فضائل ومناقب میں قلم بند فرمائے ہیں۔ جس میں انہوں نے اپنے ۱۴ ارخلفاء کا ذکر اختصاصی طور پر فرمایا ہے۔

ایک اشتباہ اور اس کا ازالہ

حضرت رضا بریلوی کے اس مجموعہ کلام "الاستمداد" میں ترتیب و تدوین کے لحاظ سے مقالہ نگار کو ایک اہم اشتباہ محسوس ہوا جس کا ازالہ لازم و ضروری ہے۔ اس نعتیہ مجموعہ میں دو حواشی ہیں اور ایک تکملہ ہے۔ پہلا حاشیہ پیر و مرشد حضور سیدی الشاہ مصطفیٰ رضا المعروف مفتی اعظم ہند نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ حاشیہ ۳۳۷ اشعار کی توضیح و تشریح پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا حاشیہ ماہر لسانیات معروف ادیب و صحافی حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی۔ ایم۔ اے مہتمم مرکزی مجلس رضا، لاہور کا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۴ اشعار کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہے جس میں حضرت رضا بریلوی نے اپنے مقتدر خلفاء کا ذکر فخر و مباہات کے طور پر فرمایا ہے۔ مجموعہ کلام کے آخر میں ایک تکملہ ہے جس کا عنوان ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب

الاستمداد پر

تکمیلات

تالیف

حضرت مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی دامت برکاتہ مفتی اعظم ہند

اور کتاب کے صفحہ اول پر جو عنوان ہے وہ بایں طور پر ہے۔

الاستمداد

۱۳۳۷ھ

علی اجیاد الارتداد

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ

حواشی و تکمیلات

حضرت مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری مفتی
اعظم ہند دامت برکاتہ
قادری بکڈ پو نو محلہ مسجد بریلی شریف

الحاصل کتاب کے آخر میں جو تکملہ ہے اس کے بارے میں ایک جگہ لکھا جا رہا ہے کہ حواشی و تکمیلات حضرت مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری مفتی اعظم ہند دامت برکاتہ۔ اور دوسری جگہ لکھا جا رہا ہے۔ تالیف حضرت مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی دامت برکاتہ مفتی اعظم ہند۔ ایک ہی چیز کو ایک جگہ حضور مفتی اعظم ہند کا تکملہ قرار دیا جا رہا ہے۔ اور اسی کو دوسری جگہ حضور مفتی اعظم ہند کی تالیف۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تکملہ خود حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ ہاں اس تکملہ کو حضور مفتی اعظم ہند کی تالیف تو قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن بذات خود اس تکملہ کی نسبت حضور مفتی اعظم ہند کی جانب تخلیقی حیثیت سے کرنا غیر مناسب ہے۔

حضرت رضا بریلوی نے اس تکملہ کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اس سوال کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ اس مجموعہ کلام میں حضرت رضا بریلوی نے اپنی فکر کا موضوع جن موضوعات کو بنایا ہے وہ تفصیل طلب ہیں۔ اس لیے کہ شعر گوئی کا دامن خود ہی تنگ ہوا کرتا ہے۔ اور پھر اس میں ایمان وعقائد کا بیان ہر کس و ناکس کے فہم وادراک سے بالاتر چیز ہے۔ اس لیے باقاعدہ طور پر حضرت رضا بریلوی نے ان اشعار کی تشریح و توضیح خود اپنے قلم سے فرمائی اور اس کو مجموعہ کلام کا تکملہ قرار دیا جس سے کہ لوگ بات کو کما حقہ سمجھ سکیں۔ اس تکملہ کے بغیر اس مجموعہ کلام کو مکمل نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح و توضیح فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

مٹی میں ملنا مٹی سے ملنا
ایک ہے یوں چندراتے یہ ہیں

پیٹھ رسول اللہ کو دے کر
کیسی اوندھی گاتے یہ ہیں

"تکمیل ۶۲۔ اقول۔ اسماعیل کی حمایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین درست کرنے کو کیسی صریح بے ایمانی کی کہ مٹی سے متصل ہو جانا مٹی میں ملنا کہلاتا ہے۔ حاشا محض جھوٹ۔ اولاً ہر مکان کی دیواریں مٹی سے متصل بلکہ بنیاد تک مٹی کے اندر داخل ہوتی ہیں۔ پھر جب سلطانی قلعہ بن کر تیار ہو کوئی مجنوں ہی کہے گا کہ سارا قلعہ مٹی میں مل گیا۔

ثانیاً روپیہ زمین پر رکھے تو کوئی نہ کہے گا کہ روپیہ مٹی میں مل گیا۔ اور چاندی کا برادہ خاک میں گر کر خلط ہو جائے۔ اسے کہیں گے کہ چاندی مٹی میں مل گئی۔

ثالثاً گنگوہی صاحب جب زمین پر بیٹھتے ہوں گے تو اس وقت ان کے نیچے مٹی سے جسد مع پاجامہ ملاحق ہوتا تھا مگر کوئی نہ کہتا کہ گنگوہی صاحب مٹی میں مل گئے۔ نہ مرنے کے بعد چند روز تک یہ کہا جاتا ہاں اب کہ ایک جگ بیت گیا اور ان کا بدن گل کر مٹی میں خلط ملط ہو گیا اب کہا جائے گا کہ گنگوہی صاحب مٹی میں مل گئے۔ رابعاً "سے" اور "میں" میں فرق نہ کرنا کیا مطلب کے لیے بھولا بن جانا ہے۔ اگر کسی کا لٹھا گنگوہی صاحب کے پاس امانت ہو اور ان سے گم ہو جائے تو یہ کہا جائے گا کہ لٹھا ان سے غائب ہو گیا۔ یا یہ کہ لٹھا ان میں غائب ہو گیا۔ آپ کے نزدیک دونوں طرح کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے یہاں یہ وقعت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ ان کی شان میں گالی کو کیسے کیسے چھل بچ سے ٹھیک کیا جاتا ہے اور پھر دعویٰ ایمان باقی ہے سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔" (۳۲)

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں علمائے دیوبند کے نظریات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی گئی اہانتوں کے حوالے سے حضرت رضا بریلوی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

امام احمد رضا خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) بڑے زبردست عالم اور غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ تقریباً نصف صدی تک جس قدر انہوں نے غیر مقلدین کے خلاف لکھا ہے یا لکھوایا ہے۔ شائد دنیائے اسلام میں کسی ایک خاص دبستان خیال کے خلاف بھی اتنا نہیں لکھا گیا۔ جناب اسماعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اہانت آمیز فقرے کہیں کہیں نظر آتے ہیں ان کی توجیہ بھی کر لی جائے تب بھی ان کی برائی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے کے مکتب خیال کے خلاف مولانا احمد رضا خاں اور ان کے متوسلین نے بڑی سختی سے لکھا ہے۔ بہر حال جن لوگوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ اگر چہ ان کے عقائد سے مطابقت بھی نہیں رکھتے تھے تب بھی ان کی قوت حافظہ، طریق استدلال اور اجتہاد کے قائل تھے۔ اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ان جیسے دل و دماغ کے علماء کم پیدا ہوئے ہیں۔'' (۴۳)

حضرت رضا بریلوی نے اپنے تکملہ میں جن امثال اور تشریح و توضیح کا ذکر فرمایا ہے وہ ساری کی ساری مثالیں یا وضاحتیں اتنی کار آمد ہیں کہ کچھ مت پوچھئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر آج ہم ان کے اقوال و نظریات ان کے افکار و خیالات کے پابند ہو جائیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

چنانچہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ایک بار میں ایک مناظرے کی روداد پڑھ رہا تھا جس میں مناظرے کا موضوع جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی یہی عبارت تھی کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے'' اس مناظرے کے مناظر علمائے اہل سنت کی جانب سے مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب تھے اور دوسری جانب سے علمائے دیوبند تھے۔ حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب نے فرمایا کہ جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی مذکورہ عبارت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخی ہے اس لیے کہ مٹی میں ملنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اپنے وجود کو

کھو دینا۔ اس پر علمائے دیوبند کی جانب سے ان کے مناظر نے مذکورہ عبارت کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے بتایا کہ یہاں پر ''میں'' بہ معنی ''سے'' ہے۔ اس لیے جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی عبارت کا وہ مطلب نہیں ہوا جو آپ نے فرمایا۔ بات یہاں آ کر کافی الجھ گئی علمائے اہل سنت کا کہنا تھا کہ یہاں تشریح وتوضیح کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ رشید احمد گنگوہی صاحب نے یہاں صریح لفظ کا استعمال کیا ہے اس لیے عبارت واضح ہے۔ مگر علمائے دیوبند بضد تھے کہ نہیں یہاں ''میں'' بہ معنی ''سے'' ہی ہے۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب نے ہر طرح سے علمائے دیوبند کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ ہر جواب کے جواب میں یہی کہتے کہ مولانا یہاں ''میں'' بہ معنی ''سے'' ہی ہے۔ انتظامیہ اور عوام بھی اس ''میں'' اور ''سے'' کی گفتگو سے عاجز آ چکی تھی مجمع سے آواز آئی آپ حضرات کام کی بات کیجیے اور اس ''میں'' اور ''سے'' کی گفتگو کو چھوڑیے وقت نہ برباد کیجیے۔ مناظر اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب نے جب دیکھا کہ اس طرح بات نہیں بننے والی ہے اور یہ ضدی علمائے دیوبند حق کو اتنی آسانی سے قبول کرنے والے نہیں۔ تو وہ انتظامیہ اور مجمع سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اگر آپ لوگ مجھے اجازت دیں تو میں ابھی اس مناظرے کا فیصلہ کر دوں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ مولانا جلدی کیجیے۔ مناظر اہل سنت نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں اس سے بات بخوبی آپ لوگوں کی سمجھ میں آ جائے گی۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی مذکورہ عبارت ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخی ہے۔ لیکن علمائے دیوبند اس کی توضیح وتشریح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ عبارت میں کوئی گستاخی کا پہلو نہیں ہے تو میں ایک مثال دیتا ہوں اور آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ بتایئے اس مثال میں آپ علمائے دیوبند کے لیے گستاخی کا پہلو پاتے ہیں کہ نہیں اور پھر فکر رضا سے کام لیتے ہوئے اسی مثال کو مناظر

اہل سنت نے اختیار فرمایا جس کا ذکر تکملہ میں ہے۔ فرمایا کہ حضرات! یہ دیکھئے میرے ہاتھ میں کیا ہے پہلے مجمع سے پوچھا اور پھر علمائے دیوبند سے پوچھا سب نے کہا آپ کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ اس پر مولانا حشمت علی خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرات اگر میں اپنی اس لاٹھی کو مناظر دیوبند کے پاس بطور امانت رکھ دوں اور بالفرض مناظر دیوبند سے یہ لاٹھی کہیں گم ہو جائے تو آپ لوگ کیا کہیں گے سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہی کہا جائے گا کہ مولانا حشمت علی خاں صاحب کی لاٹھی مناظرے دیوبند سے کہیں گم ہو گئی۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ نہیں حضرات اگر میں اس عبارت کی توضیح کر کے اس طرح کہوں کہ میری لاٹھی مولانا سے گم نہیں بلکہ مولانا میں گم ہو گئی تو آپ لوگ کیا سمجھیں گے اس پر مجمع نے قہقہہ لگایا اور مناظر دیوبند نے کہا حضرات دیکھئے مناظر اہل سنت ہم کو گالی دے رہے ہیں۔ اس پر شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب نے تڑپ کر اور گرج کر فرمایا کہ حضرات! جس چیز کو یہ اپنے لیے گالی مان رہے ہیں ہم اسی بات کا احساس دلا رہے ہیں کہ رشید احمد گنگوہی کی مذکورہ عبارت ہمارے سرکار کی شان میں گستاخی ہے۔ اس بات کو وہ کسی بھی طرح ماننے کے لیے تیار نہیں تھے اور اس کی تشریح و توضیح کر رہے تھے۔ آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عصمت سے بڑھ کر علمائے دیوبند کی عزت و عصمت ہے۔ سارے مجمع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تڑپ کر فرمایا ہرگز نہیں اور پھر حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا۔

پورے عالم اسلام کے لیے حضرت رضا بریلوی کا ایک ایک قول لمحہ فکر یہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر حضرت رضا بریلوی کی ایک مثال یا ایک قول سے مناظرے کو فتح کیا جاسکتا ہے۔ تو اگر ان کے سیکڑوں یا ہزاروں اقوال جو ان کی کتابوں میں جلوہ افروز ہیں اگر آج ہم ان کو اپنا لیں پھر تو اسلام کا ہی بول بالا ہو۔ اور اسلام کی ترقی کے ایسے ایسے راستے ہموار ہو جائیں گے کہ جن کو ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے بالخصوص حضرت

رضا بریلوی کی سیاسی اور اقتصادی افکار کو اپنا کر بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

غرض کہ حضرت رضا بریلوی نے نعت گوئی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہبر بنایا اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی شاعرانہ صلاحیت کو نہ صرف یہ کہ اپنے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی اور ان کے شمائل و فضائل کے بیان میں بروئے کار لائے بلکہ جب بھی اور جہاں کہیں بھی موقع ملا آپ نے دشمنان رسول اور شاتمان حبیب خدا کی بدگوئیوں اور گستاخیوں کا دفاع مجاہدانہ شان سے کیا اور اللہ جل جلالہ کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکتوں سے مستفیض بھی ہوئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کی تھی کہ:

''اے میرے رب تو روح القدس سے حسان کی مدد فرما اس لیے کہ یہ مرے دشمنوں اور بدگویوں سے میرا دفاع کرتا ہے۔''

امام احمد رضا نے ''گستاخان رسول'' کو ''سب سے مضرتر'' قرار دے کر اہل ایمان کو متنبہ کیا ہے۔

سب سے مضرتر ہیں یہ وہابی\
سنی بن کے رجھاتے یہ ہیں\
سنی و حنفی و چشتی\
بن بن کر بہکاتے یہ ہیں

ان کا یہ شعر قیامت تک دشمنان رسول کے لیے للکار بن کر ان کے ہوش و خرد پر شب خون مارتا رہے گا۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار\
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

کتابیات

۱۔ انتخاب حدائق بخشش۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سرہند پبلی کیشنز، کراچی ۲۸۱

۲۔ انتخاب حدائق بخشش۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سرہند پبلی کیشنز، کراچی ۲۹۳

۳۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد اول ۹۳۔۱۹۹۲ء شاہدرہ کالج، لاہور ۴۳۰

۴۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم ۹۳۔۱۹۹۲ء شاہدرہ کالج، لاہور ۵۵

۵۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم ۹۳۔۱۹۹۲ء شاہدرہ کالج، لاہور ۸۰

۶۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم ۹۳۔۱۹۹۲ء شاہدرہ کالج، لاہور ۲۳۰/۲۲۹

۷۔ نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری رضوی کتاب گھر دہلی ۵۴/۵۳

۸۔ عربی میں نعتیہ کلام۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی مکتبہ اسلام لکھنؤ ۷۷

۹۔ مدارج النبوۃ جلد دوم (اردو ترجمہ) حضرت شیخ عبدالحق محدث ۱۰۰۸
دہلوی۔ ادبی دنیا دہلی۔

۱۰۔ اردو میں نعت گوئی۔ ڈاکٹر ریاض مجید اقبال اکادمی، لاہور ۱۳/۱۲

۱۱۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۲۸

۱۲۔ انوار رضا، تحفۂ حنفیہ، لاہور ۶۰۶

۱۳۔ ماہنامہ جہان رضا۔ شمارہ جون جولائی ۱۹۹۷ء مرکزی مجلس رضا لاہور ۳۹/۳۸

۱۴۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۲۹

۱۵۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۳۰

۱۶۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۳۷

۱۷۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۳۸

۱۸۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم۔ ادارہ فروغ اردو، لاہور ۴۸

۱۹۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۳۹

۲۰۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۳۹

۲۱۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۴۰

۲۲۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۴۳

۲۳۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۴۴

۲۴۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۴۸

۲۵۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۵۱

۲۶۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۵۱

۲۷۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۵۳

۲۸۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۵۴

۲۹۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۵۷

۳۰۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۵۸

۳۱۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۶۰

۳۲۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۶۰

۳۳۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۶۲

۳۴۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۶۵

۳۵۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۶۹

۳۶۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۷۶

۳۷۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۷۷

۳۸۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۷۹

۳۹۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۸۱

۴۰۔ الاستمداد۔امام احمد رضا قادری۔قادری بک ڈپو بریلی ۸۴

۴۱۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۸۵

۴۲۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ۱۶۱

۴۳۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری۔

سندھ اردو اکیڈمی کراچی ۳۸۰

☆☆☆

مطبوعہ سالنامہ معارف رضا۔ شمارہ نمبر ۱۸، ۱۹۹۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۲۵/۱۴۱

ماہنامہ کنز الایمان شمارہ ۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء رضوی کتاب گھر ۴۲۳ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ص ۲۵/۳۴

☆☆☆☆

☆☆☆

☆☆

☆

حضرت رضا بریلوی کی مضمون آفرینی

حضرت امام احمد رضا بریلوی کی علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی شخصیت پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ عالمی سطح پر مختلف عنوانات کے تحت یونیورسٹیوں اور عالمی جامعات میں لگ بھگ پندرہ سے زائد ڈاکٹریٹ کے مقالے قلم بند کیے جا چکے ہیں۔ جس پر اسکالروں کو ڈگری بھی ایوارڈ ہو چکی ہے۔ مگر اس کے باوجود حضرت فاضل بریلوی کے عنوان یا موضوع پر ایک نہیں بلکہ گونا گوں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

چنانچہ پاکستان کے ایک عظیم اسکالر، وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی اپنے ایک مقالے میں تحریر فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے عظیم عالم دین ہیں۔ وہ بیک وقت مصنف بھی ہیں اور محقق بھی، فقیہ بھی ہیں اور مفتی بھی، شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی، ماہر ریاضی و ہیئت بھی اور سائنس داں بھی، مورخ بھی ہیں اور مفسر بھی، صوفی بھی ہیں اور ولی بھی، انہوں نے تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یہ اس پائے کی علمی کتابیں ہیں کہ ان کے ایک ایک صفحے سے اس دور کے ذوق تصنیف کے مطابق ایک ایک کتاب مرتب کی جا سکتی ہے۔ ان میں سے کئی کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً تیرہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی کا کام شروع کیا تھا اور کامل ۵۴ سال تک وہ مسند افتاء پر فائز رہے۔ ان کے فتاوے ایک ایک ہزار کے بڑے سائز کے صفحات پر مشتمل بارہ جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ فتاویٰ اردو، عربی، فارسی اور ہندی چار زبانوں میں ہیں۔ نثر میں کسی نے سوال پوچھا ہے تو نثر میں اس کا جواب

لکھا ہے۔ نظم میں پوچھا ہے تو نظم میں جواب دیا ہے۔ شاعر اتنے بڑے ہیں کہ ان کا نعتیہ مجموعہ ''حدائق بخشش'' کا پوری اردو شاعری میں جواب نہیں۔ افسوس کہ ہماری تاریخ کی عبقری شخصیات کی طرح وہ بھی ایک مظلوم شخصیت ہیں۔ ان کے ماننے والے ان کا صحیح تعارف نہیں کرا سکے۔ پڑھے لکھے اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں عام طور پر انہیں ایک ''کافر گر عالم'' کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

مجھے تسلیم کرنا چاہیے کہ میں خود آج سے پانچ سال قبل تک ان کے بارے میں کئی غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ تو جب میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا تو میری آنکھیں کھلیں۔ بلا مبالغہ اب تک میں نے ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں۔ قدیم وجدید (اردو، عربی، فارسی) کے کم وبیش تمام مشہور اہلِ علم کے رشحات قلم سے بقدر ظرف استفادہ کیا ہے۔ کم وبیش دس ہزار کتابیں تو خود میری اپنی لائبریری میں موجود ہیں اور ان میں ایک سے ایک نادر و نایاب کتاب شامل ہے۔ میں نے سمجھ رکھا تھا میں نے بہت کچھ پڑھ لیا ہے مگر جب امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا، اب تک ساحل پر صرف سیپیاں چن رہا تھا۔ سمندر تو اب نگاہوں کے سامنے آیا ہے۔ (۱)

مولانا محترم کی مذکورہ تحریر سے حضرت فاضل بریلوی کی عظیم شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا مبلغ علم کیا تھا؟ انیسویں بیسویں صدی کو اگر بغائر دیکھا جائے تو آپ کی پائے گاہ کا کوئی عالم دین نظر نہیں آتا جو بیک وقت اتنی خوبیوں کا مالک ہو۔

حضرت فاضل بریلوی نے اردو زبان وادب کو جن نئے رجحانات، افکار وخیالات سے روشناس کرایا۔ اردو ادب کی تاریخ میں اس کی مثال آپ ہے۔ مگر اس کے باوجود اردو زبان وادب کی تاریخ کے مرتبین نے نہ جانے کیوں حضرت رضا بریلوی کے تذکرے سے صرف نظر برتا۔ کچھ اسی طرح کے احساس کا اظہار پروفیسر مجنوں گورکھپوری، نے جناب آسی غازیپوری کے حوالے سے کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

''آج مجھے کوئی قابل قدر تاریخ شعر اردو ایسی یاد نہیں آتی جس میں آسی کی شاعری کا اعتراف کیا گیا ہو۔ مولانا عبدالسلام ندوی جیسا بالغ نظر اور ہمہ گیر مورخ دو جلدیں ''شعر الہند'' کی لکھ ڈالتا ہے اور مشکل سے کسی ایک جگہ آسی کا نام لے کر چپ ہو جاتا ہے اور پھر نہ اس کی شاعری پر کوئی رائے دیتا ہے اور نہ ان کا ایک شعر درج کرتا ہے۔ کیا آسی کے سارے کلام میں ایک شعر بھی ایسا نہ نکل سکا جس کو تغزل یا تصوف یا کسی اور عنوان کے تحت مثالاً پیش کیا جا سکتا ہے؟ کہا جا سکتا ہے کہ آسی کا مرتبہ شاعر سے بہت بلند تھا۔ اور شاعری ان کے لیے باعثِ فخر نہ تھی۔ وہ خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین تھے اور ایک صاحب باطن مرشد اور یہی ان کی اصل بزرگی اور برگزیدگی ہے۔ جس کے سامنے ان کی ساری شاعری شرما کر منھ چھپا لیتی ہے۔ یہ آسی خود کہتے تو ہم خاموش ہو جاتے یا پھر اگر کوئی ایسا مرید کہتا جو شاعری کا مبصر نہ ہوتا یا کم از کم شاعری پر تنقید کرنے نہ بیٹھا ہوتا تو بھی اس کو معاف کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایک نقادِ ادب کو ایسا تجاہل زیبا نہیں۔ اردو شاعری میں آسی کی شاعری کو شامل نہ کرنا صریح ظلم ہے۔ مانا کہ آسی کے لیے شاعری ننگ تھی لیکن ہمارے لیے تو ننگ نہیں ہے۔ اور پھر آسی کے کلام میں جو سنجیدہ درد مندی اور جو متین گداز ہے وہ صاف اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود بھی مزہ لے کر شعر کہتے تھے اور شاعری کو ننگ و عار کی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ (۲)

شعر و سخن کی تاریخ میں جن موضوعات یا عنوانات پر شعراء نے خصوصی توجہ مرکوز کی ہے انھیں میں سے مضمون آفرینی بھی ہے۔ لغت میں مضمون آفرینی کے معنی ہیں ''ذہن سے نئی بات نکالنا''......(۳) جس کو ہم اور آپ اپنی زبان میں بات سے بات پیدا کرنا بھی کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ عروس سخن کے تاجور غالب دہلوی نے فرمایا ہے۔

''شاعری دراصل مضمون آفرینی کا نام ہے نہ کہ قافیہ پیمائی کا۔''......(۴)

حضرت رضا بریلوی کے سرمایۂ کلام کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے

شعر وسخن کو جن نئے نئے رجحانات وخیالات، الفاظ وتراکیب اور محاوروں سے ہم کنار کیا اس سے قبل وہ شعر وسخن کا مقدر نہ بن سکے تھے۔ مثال کے طور پر یہاں صرف ان کی ایک نعت پاک کو پیش کیا جاتا ہے۔ جس کے مطالعہ سے اہل زبان وادب کو خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ سخن طرازی میں ان کا مقام کیا ہے؟

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

خم ہوگئی پشت فلک اس طعنِ زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا
جو حیدر کرار کہ مولیٰ ہے ہمارا

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضاؔ جس پہ مدینہ ہے ہمارا (۵)

حضرت رضا بریلوی کی اس نعت پاک میں مضمون آفرینی کا جو منظر پیش نظر ہے جی

چاہتا ہے کہ اس نعت پاک کا ورد کرتے رہیں اور سر دھنتے رہے۔زبان کا چٹخارہ پن اور عشق رسول کی لذت بھی کچھ کم نہیں۔اور سب سے بڑی خوبی جو نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ زمین کی فضیلت اس سے معتبر اور مستند انداز میں تحریر نہیں کی جاسکتی۔

ایک بار میں جناب صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی کتاب "سراپردۂ افلاک" مطالعہ کر رہا تھا۔اس میں مجھے شاعر مشرق علامہ اقبالؔ کی ایک نعتیہ نظم نظر آئی جس میں علامہ نے بھی لفظ عبدہٗ سے مضمون آفرینی کی ہے، ملاحظہ ہو۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است | خویش را خود عبدۂ فرمودہ است
عبدۂ از فہم تو بالاتر است | زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
جوہر او نے عرب نے عجم است | آدم است و ہم ز آدم اقدم است
عبدہ صورت گر تقدیر ہا | اندر و ویرانہا تعمیر ھا
عبدہ ہم جانفزا ہم جانستاں | عبدہ ہم شیشہ ہم سنگ گراں
عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر | ماسراپا انتظار او منتظر
عبدہ دہر است و دہر از عبدہ ست | ماہمہ رنگیم او بے رنگ و بوست
عبدہ با ابتدا بے انتہا است | عبدہ راصبح وشام ماکجا است
کس ز سر عبدہ آگاہ نیست | عبدہ جز سر الا اللہ نیست
لا الہ تیغ و دم او عبدہ | فاش تر خواہی بگو ہو عبدہ
عبدہ چند و چگون کائنات | عبدہ راز درون کائنات (۲)

اگر چہ شاعر مشرق علامہ اقبالؔ نے بھی مضمون آفرینی میں انفرادیت کا ثبوت پیش کیا ہے۔مگر حضرت رضاؔ بریلوی اور شاعر مشرق کی مضمون آفرینی و مضمون بندی کے درمیان جو چیز امتیاز کی لکیر کھینچتی ہے وہ ہے حضرت رضاؔ کی سحر طرزی، الفاظ کی ترتیب و سینگ ان کا اپنے مقام و محل میں استعمال ہے ورنہ شاعر مشرق علامہ اقبالؔ نے بھی

''عبدہ'' کی ترتیب وسیٹنگ ان کا اپنے مقام ومحل میں استعمال۔ ''عبدہ'' کی حقیقت وماہیت اس کی کنہہ بیان کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔

حضرت رضا بریلوی کی مضمون آفرینی اس نعت پاک کے علاوہ دوسری نعتوں اور قصیدوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ موصوف کی شاعری کو فنی وادبی کمالات کے کسی بھی زاویے سے پرکھا جاسکتا ہے وہ اس پہ پوری طرح کامل ومکمل اترے گی۔ خود اسی نعت پاک کو لے لیجئے اس میں فنی وادبی حیثیت سے کسی طرح کی کوئی کمی نہیں جبکہ شعروشاعری آپ کا مشغلہ نہیں تھا۔ مولانا بدرالدین احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور دردِ عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے۔ اور پھر یہی اشعار آپ کی سوزشِ عشق کی تسکین کا ساماں بن جاتے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعروسخن میرا مذاق طبع نہیں۔''(۷)

جناب مولانا بدرالدین احمد صاحب کے اس پیراگراف کی تصدیق خود حضرت رضا بریلوی کے مشہور زمانہ قصیدہ ''قصیدہ معراجیہ'' کے مقطع سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

بہ مقابل شاعر مشرق علامہ اقبالؔ کے کہ ان کی زندگی کا اکثر وبیشتر حصہ صرف شعروشاعری میں گزرا۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

کتابیات

۱ ماہنامہ "جہان رضا" شمارہ اگست جون ۱۹۹۹ء مرکزی مجلس رضا لاہور صفحہ ۲۲/۲۳

۲ عین المعارف۔ دیوان حضرت آسی غازی پوری۔ ادارہ یادگار آسی غازی پوری کراچی صفحہ ۲۵/۲۶

۳ فیروز اللغات۔ نو ترمیم ایڈیشن ۱۹۸۵ء۔ جے۔ ایس سنت سنگھ چوڑی والان دہلی صفحہ ۶۲۶

۴ شرح باغ و بہار۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی صفحہ ۴۸

۵ حدائق بخشش حصہ اول امام احمد رضا قادری۔ رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۱۵

۶ سراپردۂ افلاک۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور صفحہ ۱۰۸/۱۰۹

۷ سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدر الدین احمد صاحب، مدرسہ اہل سنت گلشن رضا و حسن باو بہار ص ۳۵۴

☆☆☆☆

مطبوعہ سہ ماہی افکار رضا۔ شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۰ء تحریک فکر رضا۔ ڈ ممگر روڈ بمبئی ص ۱۴/۱۹

☆☆☆☆

☆☆☆

☆☆

☆

نعت گوئی تنقید، تفہیم و تجزیہ

بیسویں صدی کا نصف آخر اور اکیسویں صدی کا آغاز نعتیہ ادب کے ارتقائی فروغ کا عہدِ زریں قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ اس عرصے میں نعتیہ ادب پر تحقیق کے جو کارہائے نمایاں انجام پائے یا پا رہے ہیں اس سے اردو ادب کی تاریخ نے ایک نیا موڑ لے لیا ہے۔ ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں اردو ادب کے لیے نعتیہ ادب کے یہ عظیم کارنامے ایک روشن باب کی حیثیت سے اپنی عظمت اور تقدس کا لوہا منوائیں۔ بلکہ قدرِ جسارت کے بعد میں تو یہاں تک کہنے کا عزم رکھتا ہوں کہ نعتیہ ادب کا اعجاز اہلِ سخن کو متاثر کر چکا ہے۔ جو لوگ آج تک اصنافِ ادب کی دوسری صنفوں میں طبع آزمائی کر رہے تھے وہ آج بہ طیب خاطر نعت مصطفیٰ ﷺ کی رقم طرازی میں ہمہ تن مصروف و مشغول نظر آتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کی نشان دہی عظیم نعت شناس محترم راجا رشید محمود نے بھی کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

”عہدِ حاضر نعت کا دور ہے“......(۱)

عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا(۲)

خود میرے اپنے مطالعے میں نعتیہ ادب پر کئی اہم تحقیقی مقالے آچکے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

اردو میں نعتیہ شاعری

اردو ادب کی تاریخ میں یونی ورسٹی سطح پر نعتیہ ادب پر لکھے جانے والے ڈاکٹریٹ کے مقالوں میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری کے مقالے کو اولیت کا درجہ

حاصل ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۵ء میں "اردو میں نعتیہ شاعری" کے موضوع پر ناگپور یونی ورسٹی، ناگپور سے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ جس کی تفصیل ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اردو میں نعتیہ شاعری پر پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری کا ۶۸۴ صفحات پر مشتمل اردو میں نعت کے موضوع پر پہلا تحقیقی مقالہ ہے جسے اکتوبر ۱۹۷۶ء میں اردو اکیڈمی سندھ کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ مقالہ جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے پر فاضل مصنف کو ۱۹۵۵ء میں ناگپور یونی ورسٹی انڈیا نے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یقیناً یہ مقالہ برصغیر میں نعت کے موضوع پر کتابی صورت میں نہایت ہی تفصیل کے ساتھ لکھی گئی اولین کتاب ہے۔"......(۳)

اردو میں نعت گوئی:

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری کے بعد نعتیہ ادب پر تحقیق و تفحص کا کام تقریباً چار دہائیوں تک منجمد رہا۔ یک بارگی یہ انجماد ٹوٹا اور ڈاکٹر ریاض مجید اس کارِ خیر اور کارِ عظیم کی جانب مائل ہوئے۔ انہوں نے پاکستان کی سرزمین لاہور سے "اردو میں نعت گوئی" کے موضوع پر ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں پنجاب یونی ورسٹی، لاہور سے مذکورہ موضوع پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ قلم بند کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی جس کی تفصیل ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"ڈاکٹر ریاض مجید کی کتاب "اردو میں نعت گوئی" ۷۱۸ صفحات پر مشتمل ہے جسے ۱۹۹۰ء میں اقبال اکادمی لاہور نے شائع کیا ہے۔ اردو میں نعت گوئی بنیادی طور پر پاکستان میں اردو نعت کے موضوع پر Ph.d کے

لیے لکھا جانے والا پہلا تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر فاضل مقالہ نگار کو پنجاب یونی ورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی ہے۔" (۴)

اردو شاعری میں نعت گوئی:

مذکورہ تحقیقی مقالوں کے علاوہ دو اور تحقیقی مقالوں کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کا مقالہ "اردو شاعری میں نعت گوئی" جسے فاضل مقالہ نگار نے پروفیسر وہاب اشرفی کی نگرانی میں رانچی یونی ورسٹی، بہار سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے قلم بند کیا تھا۔ ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کے مقالے پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر شفقت رضوی تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کا پی۔ایچ۔ڈی کے لیے لکھا گیا مقالہ ہے۔ اس امر کی اطلاع ہمیں کتاب میں شامل "حرف آغاز" سے ملی ہے۔ لیکن مقالہ نگار نے یہ نہیں بتایا کہ کس جامعہ نے کس سال ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے۔" (۵)

نعتیہ ادب (عربی زبان میں) ایک تاریخی وتجزیاتی مطالعہ

مطالعہ ...... مذکورہ مقالہ الہ آباد یونی ورسٹی کے سابق صدر شعبۂ اردو پروفیسر سید محمد عقیل رضوی کی نگرانی میں ڈی۔فل کی ڈگری کے لیے قلم بند کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے نگراں پروفیسر سید محمد عقیل رضوی، ڈاکٹر شریف احمد خان کے مذکورہ مقالے کے متعلق "چند باتیں" کے تحت رقم طراز ہیں۔

"قاری شریف احمد خاں نے عربی زبان کے تمام جلیل القدر نعت گویوں پر اپنی اس کتاب میں بحث کر کے نعت گوئی کی ابتدا، اس کے مختلف منازل اور اس کی تعیم علی الناس پر بحث کر کے ایک قابل قدر رسالہ اکٹھا کر دیا ہے جو آئندہ نعت گوئی کے میدان کا احاطہ کرنے والوں کے لیے بنیاد کا کام دے گا۔ (۶)

ان تحقیقی مقالوں کے علاوہ نعتیہ ادب پر کئی اور کتابیں نظر سے گزر چکی ہیں۔ جو اگر چہ کسی یونی ورسٹی میں تحقیقی مقالے کی حیثیت سے نہیں لکھی گئی ہیں مگر اس کے باوجود ان کی افادیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان کتابوں کی ترتیب و تدوین عبادت سمجھ کر کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ
۲۔ عربی میں نعتیہ کلام	ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی
۳۔ ردائے رحمت	ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی
۴۔ نعتیہ شاعری کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری
۵۔ نعت کی چند شعرائے متقدمین	ڈاکٹر سید شمیم گوہر
۶۔ خلق پیغمبری	ڈاکٹر سید جمیل الدین جمیل راٹھوری
۷۔ ارمغانِ نعت	ساجد صدیقی والی آسی

نعتیہ ادب پر اخبار و جرائد نے ''خصوصی شمارے'' اور ''نعت نمبر'' بھی شائع کیے ہیں۔ میرے اپنے مطالعے میں جن جرائد و رسائل کے ''نعت نمبر'' یا ''خصوصی شمارے'' آچکے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد ۱۰	ادارہ فروغ اردو، لاہور
۲۔ اوج نعت نمبر دو جلدیں	شاہدرہ کالج، لاہور
۳۔ کاروانِ ادب	ندوہ، لکھنو
۴۔ ماہنامہ القول السدید	لاہور
۵۔ نعت رنگ کے مختلف شمارے	ادارہ اقلیم نعت، کراچی
۶۔ سفیر نعت کے چار شمارے	کراچی

نعتیہ ادب پر مذکورہ معلوماتی مطالعے کے بعد تحقیق و تفحص، نقد و نظر کے حوالے سے

ہونے والے کاموں کا پورا منظر نامہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ تحقیقی کاموں سے تو کسی حد تک اطمینان کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں تک نعتیہ ادب کی تنقید کی بات ہے تو اس رخ پر کافی مایوسی کا احساس ہوتا ہے۔ جیسا کہ جناب شفیق الدین شارق رقم طراز ہیں۔

''اردو ادب میں نعتیہ نظم ونثر کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے کہ اب اس شعبے میں تنقید کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ نعت کے سلسلے میں تحقیق کام تو خاصہ ہوا ہے۔ لیکن تنقید کی طرف بوجوہ ابھی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ اب چند حضرات نے پہل کی ہے۔ اس پہل کا عملی نمونہ کتابی سلسلہ میں ''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ ''تنقید نمبر'' کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔''(۷)

جب کہ مذہب اسلام سے بہتر تحقیق وتنقید، جرح وتعدیل کا اصول اور معیار دنیا کا کوئی بھی مذہب اور ادب پیش نہیں کرسکتا۔ علماے اسلام نے تحقیق وتنقید کے میدان میں جو گراں بہا کارنامے انجام دیے ہیں آج بھی وہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ ہیں جس کا اعتراف خود اہلِ مغرب کو بھی ہے۔ چنانچہ جرمنی کے مشہور فاضل مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر جنہوں نے ''الاصابہ'' کی تصحیح کی، ہے لکھتے ہیں۔

''نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔''(۸)

تاریخ کی روشنی میں آپ مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علماے اسلام نے قرآن وحدیث کی ترتیب وتدوین میں کس عرق ریزی اور جاں سوزی سے کام کیا ہے۔ اور دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کا محاورہ سچ کردکھایا ہے۔ علماے اسلام کی انھیں حسنِ کار کردگی کی بدولت صاف ستھری تنقید کی روایت ادب کی تحویل میں آئی۔ چنانچہ جین

الاقوامی یونی ورسٹی اسلام آباد پاکستان کے ریسرچ اسکالر علی اصغر چشتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''تیسری صدی ہجری کا زمانہ تدوینِ حدیث کی تاریخ میں سب سے اہم ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں حدیث کی سب سے زیادہ اہم کتابیں تالیف ہوئیں۔تنقید رواۃ کے اصول متعین ہوئے، جرح وتعدیل کے اسباب مقرر کیے گئے۔ اور اب تک جس طرح متنِ حدیث کے یاد کرنے، پرکھنے اور اس کو سمجھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا اس کے ساتھ اسانید کو محفوظ رکھنے اور ان کی صحت وسقم کی تحقیق وتفتیش کا بھی اہتمام ہونے لگا اور علم اسماء الرجال کے نام سے ایک مستقل علم کی بنیاد پڑی۔ ذیل میں ہم محدثین حضرات کے مقرر کردہ اصول اور ان کے اطلاق کے متعلق مختصرا بحث کریں گے۔حدیث شریعت کے بنیادی مآخذ میں سے دوسرا مآخذ ہے، اس کا تعلق تین چیزوں سے ہے۔

(۱) اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) احوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی حیثیت یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس لحاظ سے آپ کا ہر قول اور فعل اللہ جل شانہٗ کی مرضی اور مشیت کے مطابق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ اور ولکم فی رسول الله اسوة حسنه۔ محدثین حضرات نے آپ کے اقوال وافعال کی اس بے پناہ اہمیت کے پیش نظر بڑی عقیدت، توجہ، محنت، محبت اور جانفشانی کے ساتھ انہیں ہر پہلو سے ضبط کیا۔ ان حضرات کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے، حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی ایک نقشہ کی طرح موجود ہے۔

اصول روایت: ان حضرات نے آپ کے اقوال وافعال کو عام تاریخی واقعات

کی طرح سن سن کر ضبط نہیں کیا بلکہ اس کے لیے باقاعدہ اصول مرتب کیے اور ہر روایت کو ان اصول پر پرکھا۔ تب جا کر اسے ضبط اور نقل کیا۔

راوی کی حیثیت: محدثین کے نزدیک ہر قسم کے راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں اس کے لیے چار شرائط ہیں۔(۱) اسلام (۲) تکلیف (۳) ضبط (۴) عدالت۔(۹)

تنقیدِ نعت کے سلسلے میں مجلہ ''نعت رنگ'' کے حوالے سے کافی کچھ کام ہوا ہے۔ جو یقیناً لائقِ صد ستائش ہے۔ اس میں مدیر نعت رنگ کا خلوص ان کی نیک نیتی اور کارکردگی کی تصویر صاف جھلکتی ہے۔ سید صبیح رحمانی صاحب اپنی مساعیٔ جمیلہ سے اس صنفِ سخن کو عروج وارتقا کی آخری سرحد تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ ''نعت'' بھی دیگر اصنافِ ادب کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑی نظر آئے۔ غالباً اسی کے پیشِ نظر انہوں نے ''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ تنقید کے لیے مختص کیا تھا۔ نعت رنگ کے ہی مطالعے سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس صنفِ مقدس پر صاف ستھری تنقید کی ضرورت ہے نہ کہ جارحانہ تنقید کی۔ جس کا احساس دوسرے مقالہ نگاروں کو بھی ہے۔ چنانچہ علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی رقم طراز ہیں۔

> ''میں نے نعت رنگ میں اسی لیے ایسی تحریروں کی مخالفت کی جس میں عقائد کی بحث چھڑے اور بات تلخی میں ہو۔ اس عمدہ پرچے میں آدابِ رسالت کے تقاضوں کی بات رہے اور اہلِ محبت تک پھول ہی پھول مہکائے جائیں۔(۱۰)

ابھی کچھ دنوں پیشتر ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ شمارہ اگست، ستمبر ۲۰۰۰ء اور ڈاکٹر رئیس نعمانی کا مجموعۂ نعت ''چراغِ نوا'' نظر سے گزرا۔ دونوں کے مطالعے سے طبیعت بوجھل ہوگئی۔ اس لیے کہ جناب نعمانی صاحب نے نعتیہ ادب کے حوالے سے ہونے والے

کاموں پر سخت بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔اور نعتیہ ادب پر اب تک جو بھی تحقیقی،تخلیقی یا تنقیدی کام ہوئے ہیں ان سب کو غیر معتبر اور غیر معیاری ٹھہرایا ہے۔چنانچہ ڈاکٹر نعمانی صاحب اپنے درد و کرب کا اظہار بایں طور فرماتے ہیں۔

''الفاظ کا کوئی سانچا موجود نہیں ہے کہ جس میں اپنے اس ذہنی کرب کو ڈھال سکوں جو میرے مطالعات کی طویل مدت میں میرے احساس وادراک کے لیے ایک نشتر بنا رہا اور اب بھی بنا ہوا ہے۔گزشتہ تیس سال کے عرصے میں نعتیہ شاعری کے چھوٹے بڑے بے شمار مجموعے نظر سے گزرے مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اسلامیات کے ایک سچے غیر جانب دار اور باہوش طالب علم کے ادراک و احساس کو مجروح نہ کرتا ہو۔(۱۱)

رئیس نعمانی صاحب کے نقطۂ نظر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب ان کی حیات میں نعتیہ شاعری پر ان کو کوئی معتبر مجموعۂ کلام میسر نہ ہو سکے گا اور ان کو اپنے ہی مجموعۂ کلام ''چراغ نوا'' پر ہی صبر و اکتفا کرنا پڑے گا۔اس لیے کہ جب ان کی زندگی کے ایک طول عرصے میں یعنی تیس سال میں ان کو نعت کا کوئی معتبر مجموعہ نہیں مل سکا تو آگے کیا امید کی جائے۔جب کہ ارباب علم و فضل اس صدی کو نعت کی صدی مانتے ہیں۔جیسا کہ جناب عزیز احسن صاحب، جناب سجاد مرزا کے نعتیہ کلام ''شوقِ نیاز'' پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ عہد نعتِ رسول کا عہد ہے۔ہر طرف مدحتِ آقا ﷺ کا غلغلہ ہے۔اس لیے شعرا کو از خود تحریک ہوتی ہے کہ ان کا قلم بھی مدحِ سرکارِ دو عالم کرے۔اب وہ شعرا بھی جو الحاد پرستی پر نازاں تھے اپنے الحاد سے تائب ہو کر نعت نگاری کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔لیکن بعض شعرا کا کلام پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی نوائے عاشقانہ اثر بہار کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ان کے جذبِ دروں کا تقاضہ

اور ایمان کی حرارت کا داعیہ ہے۔(۱۲)

میرے اپنے خیال میں اگرچہ اس عہد میں بھی کچھ غیر معتبر نعتیہ اشعار نعت نگار شعرا کے قلم سے سرزد ہوئے ہیں جس پر اہل نقد ونظر کی نظر ہے۔

بخشے گئے گناہ جو سب کے بروز حشر
یزداں کی بھول تھی کہ سخاوت رسول کی (۱۳)

مگر اس کے باوجود کچھ ایسے بھی نعت گو شعرا ہیں کہ ان کے نعتیہ اشعار دل ودماغ کو مسحور کیے ہوئے ہیں اور زبان ان کی پذیرائی سے نہیں تھکتی۔ ملاحظہ ہو جناب احمد ندیم قاسمی کے دو شعر۔

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں کہ جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا (۱۴)

آخر میں نعمانی صاحب کے صبر وشکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ ہی گیا اور حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی شاعری پر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

(الف) اپنے تمام تر تبحر علم، فضل وکمال اور قابلِ رشک معلومات کے باوصف موصوف کو زندگی بھر توحید خالص کا شعور نصیب نہیں ہوا۔

(ب) خان صاحب نے خدا اور رسول کی محبت کو بھی تمام انسانوں کے معاشقات پر قیاس کر لیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز یہ نہ کہتے کہ۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا (۱۵)

یہ جارحانہ تنقید نہیں تو اور کیا ہے؟ اس سے ادب کا کتنا بڑا فائدہ ہوگا یا نعتیہ ادب کے ارتقائی فروغ میں کس قدر اضافہ ہوگا؟ اس کا اندازہ ارباب علم وفضل اور ان لوگوں کو بھی اچھی طرح ہے جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ اس صنفِ مقدس کے عروج وارتقاء کے لیے شب وروز کوشاں ہیں۔

درحقیقت نعت کو جارحانہ تنقید کی نذر ہونے سے بچانے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اس کو جارحانہ تنقید سے بچایا نہیں گیا تو آپ خود سوچیں کہ اس سے کیا حاصل ہونے والا ہے۔ جو بھی مباحثہ یا گفتگو ہو دلائل وبراہین کی روشنی میں ہو، اصول وضوابط کے آئینے میں ہو۔ آج بھی ہمارے پاس اللہ جل شانہٗ کا کلام قرآن پاک اور اس کے برگزیدہ رسول کے ارشادات ومعمولات کا مجموعہ "حدیث مبارکہ" اپنی اصلی ہیئت میں موجود ہے۔ اس بات سے قطعی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام اپنے اندر ہمہ گیریت کا جذبہ نہیں رکھتا۔ یہ آخری دم تک کسی بندۂ مومن کو کافر گرداننے سے گریز کرتا ہے۔ مگر اثبات کفر کے بعد پھر مومن کہنے کی گنجائش اس وقت تک نہیں رہتی جب تک کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرکے کلمۂ طیبہ پڑھ کر اپنے مومن ہونے کا ثبوت نہ دے۔ بالکل اسی طرح نعت گو شعرا کے وہ اشعار جو واضح طور پر خلاف شرع ہیں ان میں کسی طرح کی تاویل ممکن ہی نہیں۔ مگر وہ اشعار جو براہ راست خلاف شرع نہیں مگر ان پر جرح وتعدیل کے بعد حکم لگایا جاتا ہے کہ اس طرح کی بات کہنے سے آدمی کو اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کی توضیح وتشریح کے لیے ملاحظہ ہو "فتاویٰ رضویہ" سے ایک اقتباس۔

مسئلہ: ازرام پور مرسلہ معشوق علی صاحب ۷ رجمادی الاول ۱۳۲۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں مجلسِ میلاد میں اس نظم کو پڑھتے ہیں۔

اٹھا کر میم کا پردہ سب الااللہ کہتے ہیں
احد میں میم کو ضم کرکے صلی اللہ کہتے ہیں

ظہور ہو کر کے دنیا میں یہ فرمایا کہ بندہ ہوں
توسب ناسوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں
ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے
وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں
جو پہنچا مرتبہ جبروت میں مسجود عالی کا
تو اس جسم مطہر کو وہ نور اللہ کہتے ہیں
الست مرتبہ لاہوت سمجھو ذات احمد کا
سب اس رتبہ میں آنحضرت کو عین اللہ کہتے ہیں
خدا فرمائے گا محشر میں بخشا لو تم اب احمد
گنہ گارانِ اُمت کو شفیع اللہ کہتے ہیں
نزول از تا عروج حضرت کا لکھا ہے حقیقت سے
خدا پہچان لو سب سے حسن للہ کہتے ہیں

الجواب: ان اشعار کا پڑھنا حرام، سخت حرام ہے۔ان میں بعض کلمۂ کفریہ ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے۔ردالمحتار میں ہے۔ مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع۔ہاں بعض جیسے شعر چہارم وششم ایہام کفر سے خالی ہیں۔ پھر ششم میں مصرع دوم ''گنہ گارانِ امت الخ'' کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔ اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں۔ ہاں شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

''ہزاراں ہزار عاشق برآستانہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدات می کنند۔ وایں مرتبہ ہیچ کس راندادہ اند مگر بہ طفیل ایں محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برخے اولیائے امت راشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ ومسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم

وسلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶)

آپ نے دیکھا کس طرح حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا اشعار پر جرح وتعدیل فرمائی اور ایک ایک شعر اور لفظ کا حکم بیان فرمایا۔ صاف ستھری تنقید اسی کو کہتے ہیں۔ اور میں نے جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کا محاورہ استعمال کیا ہے وہ اس جگہ بالکل اپنی صداقت کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ہی سے ایک اقتباس اور ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: از جودھ پور مارواڑ مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ طالب مدرس درجہ اول سردار اسکول ۱۸ رجمادی الآخر ۳۷ھ

حضرتم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بتاریخ ۱۶ ر مارچ سن رواں بروز یکشنبہ جودھپور میں مشاعرہ تھا مصرع طرح ہوا۔ ع

شب عاشق سحر نہ ہو جائے

نمبر ۲ پر ایک نعتیہ غزل پڑھی گئی جس کا مطلع ہے۔

نعت خیر البشر نہ ہو جائے
دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

کیا حضور یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے؟ اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا شعر ہے مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں اور خاکسار کے پاس دیوان ہے نہیں۔ لہٰذا متکلف ہوں کہ اس میں جو کچھ امر حق ہو جواب سے سرفراز فرمائیں؟

الجواب:.................. وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مطلع سخت باطل وناجائز ہے کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے۔ اور نعت اقدس اعظم ﷺ فرائضِ ایمان سے ہے۔ اس سے ممانعت کس حد تک پہونچتی ہے اگر تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا۔ فقیر کے دیوان میں اصلاً کوئی شعر اس مضمون کا نہیں وللہ الحمد وھو تعالیٰ اعلم۔ (۱۷)

نعتیہ ادب کی تنقید کے حوالے سے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مبارکہ کا ایک اقتباس میری نظر سے ایسا گزرا جس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ نفس الامر میں اگر نعت گو اور نعت نگار شعرا اس کو اپنی زندگی کے معمولات میں شامل کر لیں تو یقیناً وہ کسی حد تک نعت مصطفیٰ ﷺ کی رقم طرازی میں ہونے والی لغزشوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

شیر بیشۂ اہل سنت کے برادر خورد حضرت مولانا محبوب علی خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا کوئی کلام ایسا نہیں جو صرف قال ہو حال نہ ہو بلکہ جو کچھ فرمایا ہے سراسر حال ہے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کے دوسرے دیکھنے والے بھی بحمدہ تعالیٰ موجود ہیں کہ ایک حافظ صاحب جو حضور پُر نور امام اہل سنت قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے تھے کچھ کلام بغرض اصلاح سنانے کے لیے حاضر ہوئے اجازت عطا ہوئی سنانا شروع کیا درمیان میں اس مضمون کے اشعار تھے کہ یارسول اللہ میں حضور کی محبت میں دن رات تڑپتا ہوں کھانا پینا، سونا سب موقوف ہو گیا ہے۔ کسی وقت مدینہ طیبہ کی یاد دل سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حافظ صاحب! اگر جو کچھ آپ نے لکھا ہے یہ سب واقع ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت میں آپ فنا ہو چکے ہیں۔ اور اگر محض شاعرانہ مبالغہ ہے تو خیال فرمایئے جھوٹ اور کون سی سرکار میں؟ جنہیں دلوں کے ارادوں، خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ماکان وما یکون کا کوئی ذرہ نہ چھپایا اور اس کے بعد اس قسم کے اشعار کٹوا دیے۔ (۱۸)

کتابیات

۱۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۱ مارچ ۲۰۰۱ء ادارہ اقلیم نعت، کراچی ص ۲۸۴

۲۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکادمی، لاہور، پاکستان ص ۵۴۵

۳۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم ۹۳۔۱۹۹۲ء شاہدرہ کالج، لاہور ص ۷۰۸

۴۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم ۹۳۔۱۹۹۲ء شاہدرہ کالج، لاہور ص ۱۳۷
۵۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۰ اپریل ۲۰۰۰ء ادارہ اقلیم نعت، کراچی ص ۱۲۱
۶۔ نعتیہ ادب (عربی زبان میں) جزو اول، ڈاکٹر شریف احمد خاں، الہ آباد ص ۱۱
۷۔ اردو نعت اور جدید اسالیب۔ عزیز احسن، فضلی سنز کراچی، ص ۹
۸۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری فرید بک سٹال، لاہور ص ۱۱۰
۹۔ مجلہ فکر و نظر شمارہ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۰ء ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ص ۶/۵
۱۰۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۱ مارچ ۲۰۰۱ء ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۲۰۵
۱۱۔ چراغ نوا۔ ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی مطبوعہ علی گڑھ ص ۸/۷
۱۲۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۹ مارچ ۲۰۰۰ء ادارہ اقلیم نعت، کراچی ص ۱۹۸
۱۳۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۹ مارچ ۲۰۰۰ء ادارہ اقلیم نعت، کراچی ص ۱۹۷
۱۴۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۹، ۱۱ مارچ ۲۰۰۱ء ادارہ اقلیم نعت، کراچی ص ۸۳
۱۵۔ ماہنامہ الفرقان شمارہ اگست ستمبر ۲۰۰۰ء مطبوعہ لکھنؤ ص ۶۰
۱۶۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۲۰۷
۱۷۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۲۰۸
۱۸۔ معارف رضا شمارہ نمبر ۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ص ۱۷۸

مطبوعہ مجلہ سہ ماہی افکار رضا شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ادارہ تحریک فکر رضا ڈونگر روڈ بمبئی ص ۲۲ تا ۳۲

نوٹ: یہ مضمون سہ ماہی افکار رضا ممبئی کے مذکورہ شمارہ "نعت گوئی کا فن اور امام احمد رضا کا تنقیدی شعور" کے عنوان سے میں شائع ہوا تھا۔

☆☆☆

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری

(ایک تحقیقی مطالعہ)

ڈاکٹر سراج احمد قادری

ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی

ادب کدہ محلہ بنجریہ، پچھمی، خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر

رابطہ نمبر: 9415875761

ملنے کا پتہ

رضوی کتاب گھر رجسٹرڈ

Razavi Kitab Ghar

۴۲۵، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون: 23264524

نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء

(ایک تاریخی وتجزیاتی مطالعہ)

ڈاکٹر سراج احمد قادری

ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی

ادب کدہ محلہ بنجریہ، پچھمی، خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر

رابطہ نمبر: 9415875761

ملنے کا پتہ

رضوی کتاب گھر

Razavi Kitab Ghar

۴۲۵، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون: 23264524

عمدۃ الاسلام

ترجمہ

زینت الاسلام

مصنف

حضرت شیخ عبدالعزیز بن حمید الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ڈاکٹر سراج احمد قادری

ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی

ادب کدہ محلہ بنجریہ، پچھمی، خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر

رابطہ نمبر: 9415875761

ملنے کا پتہ

رضوی کتاب گھر (رجسٹرڈ)

Razavi Kitab Ghar

۴۲۵، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون: 23264524

صاحب کتاب ایک نظر میں

نام

ڈاکٹر
سراج احمد
قادری

ولدیت

جناب
محمد عبد القیوم قادری
مرحوم (اکاؤنٹنٹ)

آبائی وطن

موضع ڈنڑوا پوسٹ
بھوجینی، ضلع سنت کبیر نگر

موجودہ پتہ

محلہ بنجریا پچھمی خلیل آباد
سنت کبیر نگر

مشغلہ

اردو ترجمان محکمہ
اتر پردیش
پولیس ضلع سنت کبیر نگر

اسناد

فضیلت (درس نظامی) الجامعۃ الاسلامیہ روناہی۔ فیض آباد کامل (فارسی) عربی فارسی بورڈ الہ آباد ایم۔ اے (اردو) اودھ یونیورسٹی فیض آباد پی۔ ایچ۔ ڈی (اردو) کانپور یونیورسٹی کانپور

تصنیفات و تالیفات

(۱) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ ایک تحقیقی مطالعہ۔ دہلی ۱۹۹۷ء
(۲) نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء۔ ایک تاریخی وتجزیاتی مطالعہ مطبوعہ دہلی ۲۰۰۲ء
(۳) عمدۃ الاسلام ترجمہ، زینت الاسلام مطبوعہ دہلی ۲۰۰۶ء
(۴) مزارات پر عورتوں کی حاضری۔ اردو سے ہندی ترجمہ۔ دہلی ۱۹۹۸ء
(۵) حقوق والدین اردو سے ہندی ترجمہ۔ دہلی ۱۹۹۸ء